قال اللہ تعالیٰ

فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين

کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت، تعامل صحابہ و خلفائے راشدین اور درایت و روایت کی روشنی میں

اجتہاد اور تقلید

کی بےمثال تحقیق

از

مسلم المفسرین و امام المتکلمین حضرت مولانا الحاج محمد ادریس صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

ناشر

علمی مرکز - انارکلی لاہور - مغربی پاکستان

فہرست مضامین - اجتہاد اور تقلید

پیش لفظ

مسئلہ "اجتہاد اور تقلید" اصول دین کے اعتبار سے نہایت ہی اہم اور معرکۃ الآراء مسئلہ ہے نہ صرف یہ کہ علمی حیثیت ہی سے یہ مسئلہ اہمیت رکھتا ہو بلکہ اس اعتبار سے بھی مسئلہ "اجتہاد و تقلید" ایک عظیم اہمیت رکھتا ہے کہ قرآن و حدیث کی صحیح فہم احکام خداوندی اور سنت نبوی ﷺ کی اطاعت و پیروی اسی پر موقوف ہے۔ افراط و تفریط عملی گمراہیوں اور ہوائے نفس کی آلودگیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ صراط مستقیم کی ہدایت و رہنمائی اور اس پر استقامت "اجتہاد و تقلید" کی حقیقت پر مطلع ہونے کے ثمرات و نتائج میں سے ہے۔

جامع الکمالات والفضائل شیخ المفسرین والمحدثین حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ حضرت موصوف علوم شریعت اور معارف کتاب و سنت میں اپنے تحقیقی کمالات و فضائل کے اعتبار سے پاک و ہند کے مشاہیر علماء کے درمیان ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔

پیش نظر کتاب حضرت مولانا المحترم ادام اللہ ظلہ کی ایک مختصر اور جامع تالیف ہے جو مسئلہ اجتہاد و تقلید کی ایک بے نظیر تحقیق ہے۔ جس میں کتاب و سنت اصول دین دلائل عقلیہ سے اصل حقیقت کو آشکارا کر دیا گیا سلف صالحین اکابر ائمہ اور متکلمین کے علوم و معارف کا جوہر و لباب ہے ہر منصف مزاج کو اس کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ اجتہاد ایک خاص ملکہ اور صرف حق تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ وصف ہے۔ ہر ایک کو اپنے کسب و اکتساب سے اس کا حاصل کرنا ممکن نہیں اور تقلید کے بغیر

احکام شریعت علوم کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمجھنا اور ان کی اتباع و پیروی ممکن نہیں خود حضرات صحابہ بالعموم ان صحابہ کی تقلید کرتے تھے جو تفقہ و اجتہاد کی شان کے ساتھ متصف تھے ہوائے نفس افراط و تفریط اور فہم و عمل کی بے اعتدالیوں سے بچنے کا راستہ صرف تقلید شخصی ہے۔

اس امت میں شان اجتہاد اور کمالات تفقہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر ختم ہیں اور آپ کا خاتم المجتہدین ہونا ایک ناقابل تردد حقیقت ہے۔ اس لئے اللہ رب العزت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت ان ہی تشریحات و تنقیحات کے ساتھ اکمل اور افضل ہوگی جو فقہ ابی حنیفہ میں کتاب و سنت روایت و درایت کی روشنی سے روشن و مزین ہیں۔

پیش نظر تالیف ان حقائق کی طرف کامل رہنمائی کرتی ہے۔ اس کے لطیف و دقیق اور بلند پایہ مضامین اور علوم و حقائق قلوب کے لئے سکون و طمانیت اور نگاہوں کے واسطے نور و بصیرت ہیں۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ○

کتاب موصوف کی اشاعت پر علمی مرکز لاہور بجا طور پر فخر محسوس کرتا ہے اور اس سعادت پر حق تعالیٰ کا شکر گزار ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت مولانا المحترم کے فیوض و برکات سے عامۃ المسلمین کو ہمیشہ متمتع فرمائے۔

آمین یا رب العالمین!

احقر العباد

محمد میاں صدیقی غفر اللہ لہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلٰی اٰلہ واٰلہ وازواجہٖ وذریاتہٖ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الراحمین

اما بعد مسئلہ تقلید اور اجتہاد کے متعلق یہ ایک مختصر تحریر ہے جو انشاء اللہ تعالےٰ طالبانِ حق کے لئے مفید ہوگی۔ اور خدا کے فضل سے ناظرین پر یہ امر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ ائمہ حدیث کی نظر میں ائمہ اجتہاد کا کیا رتبہ تھا اس لئے استدلال میں اکثر و بیشتر حضرات محدثین ہی کے اقوال نقل کئے ہیں اور سب سے بڑا شاہد عدل خود حضرات محدثین کا عمل ہے، سوائے معدودے چند کے تمام محدثین اور تمام اولیاء اللہ اور عارفین ائمہ اربعہ ہی کی تقلید کرتے چلے آئے طبقات الحنفیہ اور طبقات المالکیہ اور طبقات الشافعیہ اور طبقات الحنابلہ پڑھ ڈالئے اور حضرات محدثین کی فہرست بنا لیجئے اور دیکھئے کہ کتنے محدث تقلید سے باہر رہے، صرف ابن حزم اور شوکانی جیسے چند ہی تقلید سے باہر نظر آئیں گے۔ اہلِ حزم اور اہلِ فہم نے ہمیشہ تقلید ہی کی۔

ہندوستان ہی میں دیکھ لیجئے کہ جس قدر اکابر علماء اور اکابر اولیاء گزرے

مسئلہ اجتہاد و تقلید میں محدثین کا طرز عمل

وہ سب امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی کے مقلد گزرے شیخ علی متقی صاحب کنزالعمال متوفی ۹۷۵ھ اور شیخ عبدالاول جونپوری صاحب فیض الباری شرح بخاری متوفی ۹۶۵ھ اور شیخ عبدالوہاب برہانپوری متوفی ۱۰۰۱ھ اور شیخ محمد طاہر گجراتی صاحب مجمع البحار متوفی ۹۸۶ھ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شارح مشکوٰۃ متوفی ۱۰۵۲ھ اور پھر اُن کے صاحبزادے شیخ نورالحق صاحب تیسیرالقاری شرح فارسی صحیح بخاری متوفی ۱۰۷۳ھ پھر ان کے صاحبزادے شیخ فخرالدین شارح حصن حصین وغیرہ اور پھر ان کے بیٹے شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری بزبان فارسی جو طبع ہو چکی ہے اور پھر اُن کے بیٹے شیخ سلام اللہ شارح مؤطا مسمی بہ محلّیٰ (جو اب تک طبع نہیں ہوئی نہایت نفیس شرح ہے اور دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے - اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے) یہ سب حضرات محدث تھے اور سب حنفی تھے۔

علمائے سندھ کو لیجئے شیخ ابوالحسن سندی اور شیخ عابد سندی اور شیخ ہاشم سندی اور شیخ حیات سندی وغیرہم جنھوں نے صحاح ستہ اور کتب حدیث پر حواشی لکھے اور مدینہ منورہ میں جاکر درس حدیث دیا۔ یہ سب حضرات حنفی تھے. شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی اور شاہ رفیع الدین اور شاہ محمد اسحاق یہ سب حضرات حنفی تھے.

یہ ہندوستان کے تین صدی کے اکابر محدثین کے نام ہیں جن کے محدث ہونے میں حضرات اہلِ حدیث کو بھی کوئی شبہ اور تردد نہیں، کیا یہ سب حضرات

کفر اور شرک میں مبتلا تھے۔ یہ سلسلہ تو محدثین کا تھا۔ اولیاء ہند کو لے لیجئے حضرت مجدد صاحب سرہندیؒ سے لے کر جتنے اولیاء اللہ گزرے وہ سب امام ابوحنیفہ کے مقلد گزرے اہل فہم کے لئے اس مسئلہ میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں، بلکہ ایک نئے عنوان اور نئے طرز سے اس ناچیز نے یہ چند اوراق لکھ دیئے ہیں عجب نہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل اور رحمت سے ان کو موجب ہدایت بنائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقل اور حافظہ

حق جل شانہٗ کی نعمتوں کو کون شمار کر سکتا ہے اس کی نعمتوں کی کوئی حد اور نہایت نہیں۔ اس وقت خداوند ذوالجلال کی بے شمار اور غیر محصور نعمتوں میں سے دو اہم نعمتوں کا ذکر مقصود ہے حق تعالیٰ نے اپنے خزائن رحمت سے اس انسان ضعیف البنیان کو دو خاص نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ اوّل عقل پھر حافظہ عقل کو ادراک و معرفت کیلئے پیدا کیا اور حافظہ کو اس معرفت کی حفاظت کے لئے۔

عقل اوّل المخلوقات ہے

حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اوّل ما خلق اللہ لہٗ العقل سب سے پہلے حق تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا فقال لہٗ اقبل فاقبل ثم قال لہ پھر اس کو حکم دیا کہ سامنے ہو وہ سامنے ہو گئی ادبر فادبر ثم قال وعزتی وجلالی پھر حکم دیا کہ پشت پھیر اس نے پشت پھیری ما خلقت خلقا اکرم علی منک بک پھر فرمایا قسم ہے میری عزت اور جلال کی میں نے

آخذ وبك اعطي وبك اثيب[له] وبك اعاقب قال الحافظ العراقي رواه من حديث ابي امامة وعائشة وابي هريرة وابن عباس والحسن وعدة من الصحابة والتفصيل في شرح الاحياء ص۴۵۳ جلد۱

کوئی مخلوق تجھ سے افضل اور بہتر نہیں پیدا کی۔ تیرے ہی ذریعہ سے مواخذہ اور داد و دہش کروں گا۔ اور تیری ہی سبب سے ثواب دونگا اور تیری ہی سبب سے عقاب دوں گا۔

اَقْبِلْ اور اَدْبِرْ کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ عقل کے لئے ایک اقبال ہے اور ایک اِدبار، جو لوگ اللہ کے نزدیک صاحبِ اقبال ہیں وہ اقبال کے وارث ہوئے یعنی اصحاب الیمین اور اہلِ جنت ہوئے اور جو لوگ خدا کے نزدیک صاحبِ ادبار ہیں وہ ادبار کے وارث ہوئے یعنی اصحاب الشمال اور اہلِ نار ہوئے اور یہ اقبال اور ادبار کا امر تکوینی تھا نہ کہ تشریعی، امر تکوینی

له وقال عبد الله بن احمد في زوائد الزهد حدثنا علي بن مسلم حدثنا سيار حدثنا جعفر حدثنا مالك بن دينار عن الحسن يرفعه لما خلق الله العقل قال له اقبل فاقبل ثم قال له ادبر فادبر ثم قال ما خلقت شيئا احسن منك بك آخذ وبك اعطي فهذا الكماترى سند جيد فقول الحافظ العراقي وبالجملة فطرقه كلها ضعيفة محل تامل وكذا ايراد ابن الجوزي في الموضوعات وتبعه ابن تيمية والزركشي وغيرهم لا فغاية ما يقال فيه انه ضعيف في بعض طرقه - كذا في الاتحاف ص۴۵۵ جلد۱

ہر خیر و شر کو شامل اور متناول ہے اور ہر امر تشریعی طاعت کے ساتھ مختص ہے اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کی تقسیم امر تکوینی ہی میں ممکن ہے پس اگر یہ امر تشریعی ہوتا تو اطاعت کی وجہ سے اقبال وادبار والے سب ہی اصحاب الیمین بن جاتے۔ فافہم ذلک استقا فانہ دقیق ولطیف۔

عقل کی حقیقت اور اس کے اقسام

امام غزالی نے حارث محاسبی سے عقل کی تعریف حسب ذیل نقل کی ہے۔

انہ غریزۃ یتھیأ بھا ادراک العلوم النظریۃ وکانہ نور یقذف فی القلب بہ یستعد لادراک الاشیاء۔ کذا فی الاحیاء والاتحاف۔ ص۴۵۹ جلد ۱	عقل ایک قوت غریزیہ ہے کہ جس کی وجہ سے انسان علوم نظریہ کے ادراک کے لئے مستعد ہو جاتا ہے عقل گویا کہ ایک نور ہے جو منجانب اللہ دل میں ڈالا جاتا ہے جس کی وجہ سے قلب ادراک کے قابل ہو جاتا ہے۔

اور کبھی کبھی عقل کا اطلاق اُن علوم پر بھی کر دیا جاتا ہے کہ جو اس قوت سے مستفاد ہوں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔

العقل عقلان	مطبوعٌ ومسموعٌ
عقل کی دو قسمیں ہیں	ایک طبعی اور ایک سمعی
ولا ینفع مسموعٌ	اذا لم یک مطبوعٌ

عقل سمعی اس وقت تک نافع اور مفید نہیں ہوتی جب تک کہ عقل فطری اور طبعی اس کی ساتھ نہ ہو۔

کما لا تنفع الشمس　　　وضوء العین ممنوع

جیسا کہ آفتاب کی روشنی اُس وقت تک مفید نہیں ہوتی جب تک کہ آنکھ میں روشنی نہ ہو اور اسی کا کسی نے اردو میں کیا خوب ترجمہ کیا ہے۔

دو ہیں عقلیں بیت نزدیک آپسر　　　ایک طبعی ایک سمعی یاد کر
فائدہ سمعی سے کچھ ہوتا نہیں　　　جب نہ ہو طبعی کا دل میں کچھ اثر
جیسے سورج سے نہیں کچھ منفعت　　　گر نہ ہووے آنکھ میں نور نظر

نورِ عقل کو نورِ شریعت سے وہی نسبت ہے جو نورِ بصر کو نورِ آفتاب سے ہیں۔ آنکھ کتنی ہی روشن اور روور ہیں کیوں نہ ہو مگر جب تک آفتاب کی روشنی نہ ہو اُس وقت تک آنکھ بیکار ہے اسی طرح نور عقل بدون نور شریعت کے معطل اور بیکار ہے اور جس طرح اندھے کو آفتاب کی روشنی مفید نہیں۔ اسی طرح آفتاب شریعت کے نور سے وہی مستفید ہو سکتا ہے جس کی عقل کی آنکھ روشن ہو آنکھ میں اگر روشنی نہیں تو آفتاب اور ماہتاب کیا کام آئیں جس کی آنکھ میں روشنی نہ ہو اُس کو چاہیئے کہ کسی آنکھ والے کی سنے اور اُسی کا اتباع کرے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ کافر قیامت کے روز یہ کہیں گے۔

لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر　　　اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔

غرض یہ ہے کہ علم اور حکمت فہم و فراست تفکر اور تدبر اور خداوند ذوالجلال کی معرفت اور اس کی اطاعت اور اس کی خشیت اور اس کی محبت اور رغبت اور رہبت وغیرہ وغیرہ ان تمام فضائل و کمالات کا منبع اور

مطلع عقل ہی ہے۔ انبیاء مرسلین کے توسط سے خداوند ذوالجلال کے جو احکام نازل ہوئے ان سب کی مخاطب عقل ہے حافظہ کا کام یہ ہے کہ ان احکام کو یاد رکھے تاکہ تعمیل میں ذھول اور غفلت نہ ہو۔

قال تعالیٰ :- واتقون یا اولی الالباب۔ ولیذکر اولوا الالباب فاتقوا اللّٰہ یا اولی الالباب۔ ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون۔ کذلک نفصل الآیات لقوم یعقلون۔ قد فصلنا الآیات لقوم یفقھون۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا۔ ذلک بانھم قوم لا یفقھون۔ وطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون۔ بل کانوا لا یفقھون الا قلیلا۔ ان فی ذلک لآیات لاولی النھی۔ ہل فی ذلک قسم لذی حجر۔ وغیر ذلک من الآیات۔

قرآن کریم میں اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان اور تقویٰ اور تمام احکام الٰہیہ کے مخاطب اولی الالباب اور اہل عقل ہیں۔

ان المکارم اخلاق مطھرۃ ۔۔۔۔ فالعقل اولھا والدین ثانیھا

مکارم پاکیزہ اخلاق کا نام ہے جن میں سے عقل اول ہے اور دین ثانی۔

والعلم ثالثھا والحلم رابعھا ۔۔۔۔ والجود خامسھا والعرف سادسھا

اور علم تیسرا اور حلم چوتھا ۔۔۔۔ اور جود وکرم پانچواں اور احسان چھٹا

والبر سابعھا والصبر ثامنھا ۔۔۔۔ والشکر تاسعھا واللین عاشرھا

اور بر یعنی نیکی ساتواں اور صبر آٹھواں اور شکر نواں اور نرمی دسواں خلق ہے۔

ادب الدنیا والدین للماوردی ص۱ ۔ فتلک عشرۃ کاملۃ۔

وقال ابراہیم ابن حسان ؎

یزین الفتی فی الناس صحۃ عقلہ　　وان کان محظورا علیہ مکاسبہ
عقل کا صحیح ہونا انسان کیلئے زینت ہے　　اگرچہ وہ معاشی فوائد سے ممنوع اور محروم ہو

یشین الفتی فی الناس فقد عقلہ　　وان کرمت اعراقہ ومناسبہ
اور عقل کی کمی آدمی کیلئے عیب ہے　　اگرچہ حسب و نسب کے اعتبار سے کریم اور شریف ہو

عقل ہی کے ذریعہ سے انسان زندگی بسر کرتا ہے۔ اور عقل ہی سے علم اور تجربہ حاصل ہوتا ہے

وافضل قسم اللہ للمرء عقلہ　　فلیس من الاشیاء شیٔ یقاربہ
انسان کیلئے اللہ کی تقسیم میں سے سب سے بہتر تقسیم عقل کی ہے کوئی شے اسکے قریب بھی نہیں

اذا اکمل الرحمٰن للمرء عقلہ　　فقد کملت اخلاقہ ومآربہ
جب اللہ تعالیٰ کسی کی عقل کو مکمل فرمائیں۔ تو اسکے تمام اخلاق اور دیگر ضروریات بھی کامل ہوجاتی ہیں

ادب الدنیا والدین ص۳

علم اور حفظ علم عقل کا ثمرہ اور پھل ہے۔ اور حفظ قوت حافظہ کا عمل ہے شریعت کی نظر میں عالم وہی ہے جو صاحب عقل اور فہم ہو۔

کما قال تعالیٰ وتلک الامثال　　یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں
نضربھا للناس وما یعقلھا　　مگر ان مثالوں کو علم والے ہی سمجھتے ہیں۔
الا العالمون۔

عمرو بن مرہ سے مروی ہے کہ جب میں کسی آیت پر گزرتا ہوں اور اس کی

تفسیر میری سمجھ میں نہیں آتی تو غمگین ہوتا ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما یعقلھا الا العالمون۔ حضرات صحابہ میں ابوہریرہؓ سب سے زیادہ حافظ حدیث اور کثیر الروایت تھے اور ابوبکر صدیقؓ نہایت قلیل الروایت تھے مگر حضرات صحابہ بالاتفاق ابوبکر صدیقؓ کو اَعلَم (سب سے بڑا عالم) سمجھتے تھے اس لئے کہ عقل اور فہم میں کوئی اُن کا ثانی نہ تھا۔ چونکہ وہ نبی امی فداہ نفسی وابی وامی کے یار غار اور ثانی اثنین اذھما فی الغار کے مصداق تھے۔ اس لئے وہ امت میں لاثانی ہوئے۔

ابی بن کعبؓ اقرأ اور سید القراء تھے مگر ابن عباس اعلم بالتفسیر تھے اور خیر القرون میں حبر امت اور ترجمان القرآن کے لقب سے ممتاز اور سرفراز ہوئے۔ اسی فہم و فراست کی وجہ سے ابن عباسؓ کو امیر المومنین عمر بن الخطابؓ کی مجلس میں وہ رفعت اور منزلت حاصل تھی جو حضرات بدریین کو حاصل نہ تھی۔

حق تعالیٰ شانہٗ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے قصہ میں فرماتے ہیں۔

ففھمناھا سلیمان وکلاً آتینا حکما وعلما۔	اس واقعہ کے متعلق ہم نے سلیمان کو خاص فہم عطا کیا۔ ورنہ یوں تو ہم نے دونوں ہی کو علم و حکمت دیا تھا۔
وقال علی بن ابی طالبؓ وقد سئل ھل خصکم رسول اللہ	حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو

صلی اللہ علیہ وسلم بشیء
دون الناس فقال لا والذی
فلق الحبة وبرأ النسمة الا فہما
یوتیہ اللہ عبدا فی کتابہ
وما فی ھذہ الصحیفة وفی
کتاب عمر بن الخطاب لابی
موسی الاشعری رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔ والفہم ما
ادلی الیک فالفہم نعمة
من اللہ علی عبدہ ونور
یقذفہ اللہ فی قلبہ
یعرف بہ ویدرک مالا یدرکہ
غیرہ ولا یعرفہ فیفہم من
النص مالا یفہمہ غیرہ مع
استوائہما فی حفظہ وفہم
اصل معناہ فالفہم عن اللہ
ورسولہ عنوان الصدیقیة
ومنشور الولایة النبویة
وفیہ تفاوت مراتب العلماء

کوئی خاص چیز بتلائی ہے جو اوروں کو نہیں
بتلائی فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات پاک کی
جس نے دانہ کو پھاڑا اور ذی روح کو پیدا
کیا۔ سوائے فہم اور فراست کے ہمارے
پاس کوئی خاص شئے نہیں اور فہم محض اللہ
کا عطیہ ہے جس بندہ کو چاہے عطا کرے
اور اس صحیفہ میں کچھ احکام ہیں۔ جو آنحضرت
نے لکھوائے تھے سو وہ کوئی خاص شئے نہیں
سب مسلمانوں کے لئے ہیں اور حضرت عمرؓ
نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو جو خط لکھا اس میں یہ
بھی تھا کہ فہم وہ شئے ہے کہ جو منجانب اللہ
تیری طرف ڈالی جائے پس فہم بندہ پر اللہ
کی ایک نعمت ہے اور اس کا ایک نور ہے
جس کو اپنے بندے کے دل میں ڈالتا ہے
جس کے ذریعہ سے بندہ ان چیزوں کا ادراک
کرتا ہے جن کا دوسرا شخص ادراک نہیں کرسکتا
اور نصوص قرآن و حدیث سے وہ باتیں سمجھتا
ہے جو دوسرا نہیں سمجھتا حالانکہ حافظہ اور اصل
معنی کے سمجھنے میں دونوں برابر ہوتے ہیں۔

حتی عد الف بواحد فانظر
الی فهم ابن عباس وقد
سأله عمر ولمن حضر من
اهل بدر وغیرهم عن
سورة اذا جاء نصر الله
والفتح وما خص به ابن
عباس فهم منها نعی الله
سبحانه نبیه الی نفسه
واعلامه بحضور اجله
وموافقة عمر له علی ذلک
وخفاءه عن غیرهما من
الصحابة. وابن عباس
اذ ذاک احدثهم سنا
واین تجد فی هذه السورة
الاعلام باجله لولا الفهم
الخاص ویدق هذا حتی
یصل الی مراتب تتقاصر عنها
افهام اکثر الناس فیحتاج
مع النص الی غیره ولا

پس فہم اور فراست صدیقیت کا عنوان اور
ولایت کا پروانہ ہے اسی کی وجہ سے علماء
کے مراتب میں تفاوت ہوتا ہے حتی کہ ہزار
عالم مل کر ایک کی برابر ہوتے ہیں۔ ابن عباس
رضی اللہ عنہ کے فہم کو دیکھو کہ حضرت عمر نے
صحابہ بدریین کے موجودگی میں ابن عباس رض
سے اذا جاء نصر اللہ والفتح کی تفسیر دریافت
کی تو ابن عباس نے فرمایا کہ اس سورۃ میں
آپ کی وفات کی خبر دی گئی ہے حضرت
عمر رض نے اس کی تصدیق کی۔ اکابر صحابہ پر یہ
بات مخفی رہی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ
جو عمر میں سب سے کم تھے وہ سمجھ گئے سورۃ
کے ظاہر الفاظ سے کہیں وفات کی خبر نہیں
معلوم ہوتی اگر فہم خاص نہ ہوتا تو یہ معنی سمجھ
میں نہ آتے معلوم ہوا کہ محض نص اور روایت
کا وجود کافی نہیں جب تک فہم نہ ہو سورۃ
تو سب کو یاد تھی اور ظاہر الفاظ کا ترجمہ
بھی سب جانتے تھے مگر اس فہم خاص کے
ساتھ اللہ تعالی نے ابن عباس رضی اللہ

یقع الاستغنا بالنصوص فی حقہ وامافی حق صاحب الفھم فلا یحتاج الی غیرھا۔ — تعالیٰ عنہ کو مخصوص فرمایا تھا۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

(مدارج السالکین صہ ۲۲ جلد اول

الحافظ ابن القیم)

شریعت کے لئے محدثین اور فقہا کی ضرورت

دین کا دارومدار دو چیزوں پر ہے ایک نقل صحیح اور فہم صحیح لہذا ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے کہ جو شریعت کے الفاظ کی محافظ ہو اور الفاظ شریعت کو بتمام وکمال امت تک پہنچا دے یہ جماعت محدثین کی ہے۔ اور ایک جماعت ایسی چاہیئے کہ جو شریعت کے اغراض ومقاصد اور اصول وفروع کی توضیح وتشریح کرے اور اللہ اور اس کے رسول کی صحیح صحیح مراد امت کو سمجھائے یہ جماعت فقہا اور مجتہدین کی ہے۔ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں۔

فلما کانت الدعوۃ الی اللہ والتبلیغ عن رسولہ شعار حزبہ المفلحین وکانت التبلیغ عن تبلیغ الفاظ وتبلیغ معانیہ کان العلماء من امتہ منحصرین فی — چونکہ دعوت الی اللہ اور تبلیغ عن الرسول جماعت مفلحین کا شعار ہے اور تبلیغ کی دو قسمیں ہیں ایک تبلیغ الفاظ کی اور ایک تبلیغ معانی کی اس لئے علماء امت دو قسموں میں منحصر ہو گئے ایک قسم حفاظ حدیث کی ہے جنھوں نے حدیث کو یاد

قسمین احدهما حفاظ الحديث
وجهابذته والقادة الذين
هم ائمة الانام وزوامل
الاسلام الذين حفظوا على
الامة معاقد الدين
ومعاقله وحموا من التغيير
والتكدير موارده ومناهله
والقسم الثاني فقهاء الاسلام
ومن دارت الفتيا على
اقوالهم بين الانام الذين
خصوا باستنباط الاحكام
وعنوا بضبط قواعد الحلال
والحرام فهم في الارض
بمنزل النجوم في السماء بهم
يهتدي الحيران في الظلماء
وحاجة الناس اليهم اعظم
من حاجتهم وطاعتهم افرض
عليهم من طاعة الامهات
والآباء بنص الكتاب

رکھا اور حدیث کو پرکھا کھرا اور کھوٹا الگ
الگ کر دیا یہی لوگ مخلوق کے امام اور مقتدا
ہیں اور اسلام کی سواری ہیں انھیں
حضرات نے دین کے یادگاروں اور اسلام
کے قلعوں کی حفاظت کی اور شریعت کی
حوضوں اور چشموں کو متغیر اور مکدر ہونے
سے بچایا دوسری قسم علماء کی فقہاء اسلام
اور علماء فتوی ہیں۔ جن کے فتوے پر مخلوق
کا دار و مدار ہے۔ یہی جماعت اجتہاد اور
استنباط احکام اور حلال وحرام کے قواعد
کے ضبط کرنے کے لئے مخصوص ہے حضرات
فقہاء زمین میں ایسے ہیں جیسے آسمان میں
ستارے انھیں کے ذریعہ حیران کو اندھیری
رات میں راستہ ملتا ہے اور لوگوں کو طعام
اور شراب سے بڑھ کر فقہاء کی حاجت ہے
اور لوگوں پر فقہا کی اطاعت ماں باپ کی
اطاعت سے زیادہ فرض ہے جیسا کہ قرآن
کی نص موجود ہے۔ اے ایمان والو اللہ کی
اطاعت کرو اور رسول اللہ کی اطاعت کرو۔

قال اللہ تعالیٰ یاایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم الی آخرہ۔

اور اولو الامر کی اطاعت کرو یعنی فقہا کی کی اطاعت کرو یعنی کتاب سنت کا جو مطلب سمجھائیں اس پر عمل کرو۔

(اعلام الموقعین ج۱ ص۹)

امام شعرانی میزان ص۶۳ میں لکھتے ہیں۔

کان الامام حمدان بن سہل یقول لوکنت قاضیا لحبست کلامن ھذین الرجلین من یطلب الفقہ ولایطلب الحدیث ومن یطلب الحدیث ولایطلب الفقہ ویقول انظر والی الائمۃ المجتہدین کیف طلبوا الحدیث مع الفقہ ولم یکتفوا باحدھما

امام حمدان بن سہل فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں قاضی ہوتا تو ان دو آدمیوں کو ضرور قید کرتا کہ جو حدیث کا طالب ہو اور فقہ نہ طلب کرے اور جو فقہ کا طالب ہو اور حدیث کو طلب نہ کرے دیکھو تو سہی کہ ائمہ مجتہدین نے حدیث اور فقہ دونوں کو طلب کیا صرف ایک پر اکتفا نہیں کیا۔

اور لواقح الانوار ص۱۲ میں لکھتے ہیں۔

وکان سفیان الثوری وابن عیینۃ وعبد اللہ بن سنان یقولون لوکان احدنا قاضیا لضربنا بالجرید فقیھا لا

سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ۔ اور عبد اللہ سنان کہا کرتے تھے کہ اگر ہم میں سے کوئی قاضی ہو جائے تو دو شخصوں کے فرد کوڑے لگائیں ایک وہ کہ جو فقہ سیکھتا ہو۔

يتعلم الحديث ومحدثا لايتعلم الفقه۔ اھ

اور حدیث کا علم حاصل نہ کرتا ہو اور ایک وہ کہ جو حدیث پڑھتا ہو اور فقہ نہ حاصل کرتا ہو۔

محدثین اور فقہا کے فرائض

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظها ووعاها واداها فرب حامل فقه غیر فقیه ورب حامل فقه الی من هو افقه منه رواه احمد وابوداؤد والترمذی۔

عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تر وتازہ فرمائے اس بندہ کو جس نے میری حدیث کو سنا اور اس کو یاد کیا اور خوب یاد رکھا اور دوسروں تک اس کو پہنچایا کیونکہ بعضے علم کے حامل اور نقل روایت کرنے والے خود سمجھدار نہیں ہوتے اور بعضے سمجھدار ہوتے ہیں۔ مگر جن کو یہ روایت پہنچاتے ہیں۔ وہ اس راوی سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محدثین اور فقہا کے فرائض کو ظاہر فرمادیا۔ محدثین کا فریضہ یہ ہے کہ روایت حدیث کو بلا کم و کاست فقہا تک پہنچادیں اور فقہا کا فرض یہ ہے کہ احادیث کے معانی سمجھادیں اور حدیث کے وہ محجوب اور مخفی حقائق اور معارف اور وہ غامض اور باریک دقائق اور لطائف جہاں تک راویانِ حدیث کی رسائی نہیں امت پر واضح اور آشکارا کردیں۔

۴ اس حدیث میں اس امر کی صاف تصریح ہے کہ حافظ حدیث کے لئے یہ ضروری نہیں وہ صاحبِ فہم بھی ہو۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راوی کو محض حامل فقہ قرار دیا یعنی محض حامل اور ناقل ہے۔ خود فقیہہ نہیں۔ فقیہہ وہ ہے کہ فقہ اس کی صفتِ نفس ہو۔ اور فقہ جس شخص کے حق میں صفتِ نفس نہ ہو اس شخص کا تعلق فقہ کے ساتھ حامل ومحمول کا سا ہے صفت وموصوف کا سا نہیں۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ الفاظ مقصود بالذات نہیں اس لئے کہ مقصود، اطاعت اور اتباعِ شریعت ہے اور یہ مقصد معانی ہی کے سمجھنے سے حاصل ہو سکتا ہے محض الفاظ کے یاد کر لینے سے یہ مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ مقصود بالذات معنی ہیں۔ اور الفاظ مقصود بالعرض ہیں۔ اور مقصود بالذات کے لئے موقوف علیہ ہیں۔ اور چونکہ معانی الفاظ ہی سے مفہوم ہوتے ہیں اور الفاظ کے تغیر سے معنی میں بھی تغیر آجاتا ہے اس لئے الفاظ کی حفاظت بھی ضروری ہوئی۔ الفاظ کی حفاظت کے لئے تبلیغ کا حکم ہوا اور معانی کی حفاظت کے لئے تفقہ کا حکم ہوا۔ کما قال تعالیٰ۔

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین۔ ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم۔

محدث نے الفاظ حدیث کی خدمت انجام دی اس لئے اس کا نام حافظ حدیث ہوا اور مجتہد نے معانی حدیث کی خدمت انجام دی۔ اس لئے اس کا لقب فقیہہ اور عالم بالحدیث ہوا۔ ہر دو فریق نے تائید خداوندی اور

توفیق ربانی سے وہ خدمات انجام دیں کہ جو قیامت تک امت کے کام آئیں حضرات محدثین نے روایات اور الفاظ حدیث کی وہ تحقیق و تفتیش فرمائی کہ اس کے خلاف کسی کے لئے لب کشائی کی گنجائش نہیں۔

اور حضرات فقہا نے خداداد استنباط اور اجتہاد سے معانی حدیث اور احکام شریعت کے ایسے اصول و فروع منضبط فرما دیئے کہ قیامت تک کسی کے لئے مجال دم زدنی نہیں۔ جزی اللہ سائر المحدثین والمستنبطین عن الاسلام وسائر المسلمین خیرا آمین یارب العالمین۔ آنے والی امت قیامت تک حضرات محدثین اور حضرات فقہا کے احسان میں دبی ہوئی ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ حضرات محدثین یا حضرات فقہا کسی کے سامنے سر اٹھا سکے۔ الفاظ میں حضرات محدثین ہمارے استاد ہیں اور معانی میں حضرات فقہاء جو تعلق باہم الفاظ اور معانی کا ہے وہی تعلق حضرات محدثین اور فقہا کا سمجھو اور الفاظ اور معانی میں تفریق کر کے ناسمجھی کا ثبوت مت دو۔

الحاصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں محدثین کو یہ حکم دیا کہ حدیث اور روایت فقہا تک پہنچا دیں تاکہ فقہاء امت کو اس کے سامنے سمجھا دیں اور مسلمان منشاء نبوی کو سمجھ کر اس پر عمل کریں۔ اور ظاہر ہے کہ الفاظ حدیث کی روایت اتنی دشوار نہیں جتنا کہ اس کا سمجھنا دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روایت تو تمام صحابہ کرتے تھے مگر فتویٰ تمام صحابہ نہیں دیتے تھے بلکہ اصحاب فتویٰ مخصوص حضرات تھے جیسا کہ حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا

ہے کہ ہر محدث کے لئے فتویٰ دینا جائز نہیں جب تک کہ اس کو خاص علم اور خاص فہم نہ ہو۔ ص۳۳ تا ۵۵ جلد ا کی مراجعت کریں۔

عہد صحابہ میں اصحاب فتویٰ یہ حضرات تھے حضرت عمرؓ حضرت علیؓ عبداللہ بن مسعودؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ ابوموسیٰ اشعریؓ۔ اور تابعین میں فقہا سبعہ فتویٰ دیتے تھے۔

محدثین کو فقہا کی احتیاج

جس طرح قراءات ائمہ تجوید۔ تفسیر قرآن میں مفسرین کے محتاج ہیں اسی طرح محدثین تفسیر حدیث میں فقہا کے محتاج ہیں۔

قال الامام الشافعی جمیع ماتقولہ الائمۃ شرح السنۃ والسنۃ شرح القرآن ائمہ مجتہدین جو فرماتے ہیں وہ حدیث کی شرح ہوتی ہے اور تمام حدیث قرآن کی شرح اور تفسیر ہے۔

حافظ عسقلانی توالی التاسیس معالی محمد بن ادریس ص۵۷ میں لکھتے ہیں امام احمد بن حنبل یہ فرمایا کرتے تھے۔

لولا الشافعی ماعرفنا فقہ الحدیث — اگر امام شافعی نہ ہوتے تو ہم کو حدیث کے معانی نہ معلوم ہوتے۔

امام شافعی جب بغداد تشریف لائے تو امام احمد بن حنبل نے محدثین کے اس حلقہ کو چھوڑ دیا جس میں یحییٰ بن معین اور ان کے اقران اور معاصرین شریک ہوتے تھے اور امام شافعی کی صحبت اور ملازمت اختیار کی تھی کہ اگر امام شافعی کہیں تشریف لے جاتے تو امام احمد ان کی

سواری کے ساتھ جاتے یحییٰ بن معین کو یہ ناگوار گذرا اور احمد بن حنبل کو کہلا بھیجا کہ اس طریقہ کو ترک کر دیں۔ احمد بن حنبل نے جواب میں کہلا بھیجا:-

ان اردت الفقہ فالزمہ ذنب البغلۃ توالی التاسیس (ص۵۶ للحافظ ابن حجر)

اگر حدیث کا سمجھنا چاہتے ہو تو امام شافعی کی سواری کی دم پکڑ کر چلو یعنی ان کے خادم بنو۔

وقال الزعفرانی کان اصحاب الحدیث رقودا حتی ایقظھم الشافعی وقال الربیع بن سلیمان کان اصحاب الحدیث لا یعرفون تفسیر الحدیث حتی جاء الشافعی۔ (توالی التاسیس ص۵۹ للحافظ ابن حجر)

زعفرانی کہتے ہیں کہ اصحاب حدیث خواب میں تھے۔ امام شافعی نے آکر ان کو جگایا یعنی معانی اور فقہ کی طرف متوجہ کیا۔ ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ اصحاب حدیث حدیث کی تفسیر اور شرح سے واقف نہ تھے۔ امام شافعی نے آکر حدیث کے معانی سمجھائے۔

وقال داؤد بن علی امام اھل الظاھر فی مناقب الشافعی لہ قال لی اسحاق بن راھویہ ذھبت انا واحمد بن حنبل الی الشافعی بمکۃ فسألتہ عن اشیاء فوجدتہ فصیحا حسن الادب فلما فارقناہ

داؤد ظاہری جو اہل ظاہر کے امام ہیں اپنی اس کتاب میں جو مناقب شافعی میں تصنیف کی۔ لکھتے ہیں اسحاق بن راہویہ نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ میں اور احمد بن حنبل مکہ میں امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور میں نے امام شافعی سے بعض چیزوں کے متعلق دریافت کیا۔ نہایت فصاحت اور

اعلمني جماعة من اهل الفهم بالقرآن انه كان اعلم الناس في زمانه بمعاني القرآن وانه قد اوتي فيه فهما فلو كنت عرفته للزمته. قال داؤد ورأيته يتأسف على مافاته منه. وفي رواية عن داؤد قال لي اسحاق لو علمت انه بهذا المحل لما فارقته.
توالي التاسيس للحافظ ابن حجر ص۵

ادب کے ساتھ ان کا جواب دیا جب ہم اُن سے رخصت ہوئے تو اہلِ فہم کی ایک جماعت نے جو قرآن کریم کو سمجھتی تھی مجھ سے یہ بیان کیا کہ امام شافعی اپنے زمانہ میں معانی قرآن کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور من جانب اللہ ان کو قرآن کے بارے میں خاص فہم عطا کیا گیا تھا۔ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں اگر مجھ کو پہلے سے علم ہوتا تو اُن کی صحبت کو لازم پکڑتا۔ داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ میں نے راہویہ کو اس محرومی پر افسوس کرتے دیکھا اور داؤد ظاہری کی ایک روایت میں ہے کہ اسحاق نے مجھ سے یہ کہا کہ اگر مجھ کو پہلے سے یہ علم ہوتا کہ امام شافعی اس مرتبہ کے ہیں تو میں ان سے جدا نہ ہوتا۔

امام نووی تہذیب الاسماء ص۴۴ جلد ۱ پر امام شافعی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

وطلب منه عبد الرحمن مهدي امام اهل الحديث في عصره ان يصنف كتابا في اصول الفقه وكان عبد الرحمن

عبدالرحمن بن مہدی جو اپنے زمانہ میں اہل حدیث کے امام تھے انھوں نے امام شافعی سے درخواست کی کہ اصول فقہ میں کوئی تصنیف فرمائیں اور عبدالرحمن بن مہدی اور یحییٰ بن سعید

ویحیی بن سعید القطان بعجبان بکتاب الرسالۃ وکذالک اھل عصرھا	القطان امام شافعی کے رسالہ اصول فقہ کو بہت پسند کرتے تھے اور اسی طرح اس زمانہ کے تمام علماء ۔

علامہ سیوطی تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ میں لکھتے ہیں ۔

روی عن الحسن بن الحارث قال سمعت النضر بن شمیل یقول کان الناس نیاما فی الفقہ حتی ایقظھم ابوحنیفۃ بما فتقہ وبینہ ولخصہ ۔	حسن بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے نضر بن شمیل کو یہ کہتے سنا کہ لوگ فقہ کے باب میں سوئے تھے ابوحنیفہ نے آکر اُن کو اپنے اس علم سے جگایا جو اُن کی موشگافی اور بیان اور تلخیص کا نتیجہ تھا ۔

اور حافظ ذہبی۔ نضر بن شمیل کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

کان اماما فی العربیۃ والحدیث وھو اول من اظھر السنۃ بمرو وتذکرۃ الحفاظ وروی ایضا عن عبد الرزاق قال کنت عند معمر فاتاہ ابن المبارک فسمعت معمرا یقول ما اعرف رجلا یحسن التکلم فی الفقہ ویسعہ ان یقیس ویشرح الحدیث	عربیت اور حدیث میں امام تھے مرو میں سب سے پہلے نضر ہی نے حدیث کو پھیلایا عبد الرزاق بن ہمام کہتے ہیں کہ میں معمر کے پاس تھا کہ اتنے میں عبداللہ بن مبارک آگئے میں نے معمر کو یہ کہتے سنا کہ فقہ اور قیاس اور شرح حدیث میں ابوحنیفہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں جانتا ۔

فی الفقہ احسن معرفۃ من
ابی حنیفۃ۔
(تاریخ بغداد للخطیب ص۳۳۹ ج۱۳
تبییض الصحیفہ ص۲۰)

اور خطیب بغدادی تاریخ بغداد ص۳۴۳ جلد ۱۳ میں لکھتے ہیں۔

حدثنا ابن المبارک قال رأیت مسعرا فی حلقۃ ابی حنیفۃ جالسا بین یدیہ یسالہ ویستفید منہ وکذا فی الخیرات الحسان۔ ص۳۱	عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے مسعر بن کدام کو ابو حنیفہ کے حلقہ درس دیکھا کہ امام کے سامنے بیٹھے ہیں۔ ان سے سوال کر رہے ہیں اور ان سے مستفید ہو رہے ہیں۔

یہی مسعر بن کدام سفیان ثوری اور امیر المومنین فی الحدیث شعبہ کے استاذ ہیں۔ اور کل صحاح ستہ میں جن سے روایتیں ہیں۔ بغرض استفادہ امام ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں حاضر ہیں۔ اور سوال کر رہے ہیں کیا یہ سوال دلیل احتیاج کی نہیں۔

وعن ابی یوسف ما رأیت احدا اعلم بتفسیر الحدیث ومواضع النکت التی فیہ من ابی حنیفۃ رض	امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث کی تفسیر اور اس کے نکات یعنی لطائف اور معارف کا جاننے والا ابو حنیفہ سے زائد کسی کو نہیں دیکھا۔

(تاریخ بغداد للخطیب ص۳۴۰ جلد ۱۳

وسئل الاعمش عن المسئلة فقال انما یحسن جواب ھذہ النعمان بن ثابت واظنہ بورک لہ فی علمہ۔

اعمش سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا اس کا جواب تو ابوحنیفہ ہی خوب دیں گے میرا غالب گمان یہ ہے کہ من جانب اللہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔

(الخیرات الحسان ص۳۱)

امام ابوحنیفہ ایک روز امام اعمش کی مجلس میں حاضر تھے کسی نے امام اعمش سے کچھ مسائل دریافت کیے۔ اعمش نے ابوحنیفہ سے کہا کہ ان مسائل میں تم کیا کہتے ہو ابوحنیفہ نے ان سب مسائل کا جواب دیا۔ اعمش نے کہا کہ تم نے یہ کہاں سے کہا اور اس پر کیا دلیل ہے ابوحنیفہ نے کہا فلاں فلاں احادیث کی بنا پر جو آپ ہی نے مجھ سے روایت کی تھیں ابوحنیفہ نے ان تمام روایات کو مع طرق اور اسانید کے پڑھ کر سنا دیا اعمش نے خوب تحسین کی اور کہا کہ جو روایتیں میں نے تم سے سو دن میں روایت کی تھیں وہ سب تم نے مجھ کو ایک ہی ساعت میں سنا دیں جہاں تک سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم ان احادیث پر عمل کرتے ہو (یعنی یہ تفقہ اور یہ استنباط حدیث پر عمل کرنے کی برکت سے ہے) پھر فرمایا۔

یامعشر الفقھاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ انت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین (الخیرات الحسان۔ ص۲۱)

اے گروہ فقہا تم طبیب ہو اور ہم یعنی محدثین عطار ہیں اور اے مرد کامل تو نے دونوں چیزوں کو لے لیا یعنی حدیث اور فقہ دونوں کو جمع کر لیا۔

اور طبیب وہ ہے کہ جو دواؤں کے خواص و آثار اور طریق استعمال اور معالجہ سے واقف ہو۔ اور عطار وہ ہے کہ جس کے پاس دواؤں کا ذخیرہ ہو اور ظاہر ہے کہ عطار کسی بیمار کا علاج نہیں کر سکتا۔

حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ صـ۱۳۸ جلد میں اعمش کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔
اعمش اپنے زمانہ کے حافظ حدیث اور ثقہ اور شیخ الاسلام تھے کوفہ کے رہنے والے تھے سلیمان بن مہران ان کا نام تھا ابو محمد کنیت اور اعمش لقب تھا انس بن مالک رض کو دیکھا تھا اور ابن ابی اوفیٰ اور ابو وائل سے روایت کی ابراہیم نخعی کے شاگرد تھے۔ اور شعبہ اور سفیان ثوری اور سفیان ابن عیینہ کے استاد تھے۔

وقال ابن عیینۃ کان الاعمش اقرأھم لکتاب اللہ واحفظھم للحدیث واعلمھم بالفرائض وقال الفلاس وکان الاعمش یسمی المصحف من صدقہ وقال یحیی القطان الاعمش علامۃ الاسلام وقال الحربی ماخلف الاعمش اعبد منہ للہ وقال وکیع بقی الاعمش قریبا من سبعین سنۃ

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ اعمش سب سے زیادہ قرآن کے پڑھنے والے اور سب سے زیادہ حدیث کے حافظ اور سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے تھے فلاس کہتے ہیں کہ صدق اور سچائی کی وجہ سے اعمش کا نام ہی مصحف ہو گیا تھا یحیی بن سعید القطان کہا کرتے تھے کہ اعمش اسلام کا علامہ ہے حربی کہتے ہیں کہ اعمش نے اپنے بعد کسی کو اپنے سے زیادہ اللہ کی عبادت کرنے والا نہیں چھوڑا۔ وکیع کہتے ہیں کہ تقریباً

لم تفته التکبیرة الاولی توفی فی ربیع الاول سنة ثمان واربعین ومائة وله سبع وثمانون سنة رحمہ اللہ انتہی کلام الذہبی

ستر سال تک اعمش کی تکبیر اولی بھی فوت نہیں ہوئی ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ دفات کے وقت ستاسی سال کی عمر تھی یعنی پندرہ سولہ سال کی عمر میں بالغ ہوئے اور پھر ستر سال تک تکبیر اولی بھی فوت نہ ہوئی۔

یہ امام اعمش جن کا مختصر ترجمہ ذکر کیا گیا۔ یہ امام ابوحنیفہ کے شیوخ اور اساتذہ میں سے ہیں۔ فقہا کو طبیب اور محدثین کو عطار بتلا رہے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ شہادت دے رہے ہیں کہ تو حدیث اور فقہ دونوں کا جامع ہے یعنی تو طبیب بھی اور تیرے پاس دواؤں کا مخزن بھی ہے۔ بھلا ایسی شہادت کیا خلاف واقع ہو سکتی ہے۔

اور اسی طرح کا واقعہ امام اوزاعی کے ساتھ بھی پیش آیا امام اوزاعی نے بھی یہی فرمایا کہ نحن العطارون وانتم الاطباء۔ جیسے عطار کے پاس دوائیں تو ہیں مگر اس کو یہ معلوم نہیں کہ یہ دوا کس فائدہ کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ اسی طرح محدثین کے پاس حدیث کا ذخیرہ ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ اس حدیث سے کون کون سا مسئلہ مستنبط ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرات محدثین نے اسانید اور طرق حدیث کے جمع کرنے کا اس قدر کیوں اہتمام فرمایا تھا کہ ایک ایک حدیث کو سو سو طریقوں سے جمع کیا وجہ اس کی یہ ہے کہ جب کسی مریض کو دوا کی ضرورت ہو اور دوا لانے والے کا حال معلوم نہ ہو کہ دوست ہے یا دشمن تو جب تک اطمینان نہ ہو جائے

اس وقت تک دوا کا استعمال نہ کرے گا۔

اسی بنا پر امام شافعی فرمایا کہتے تھے کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں یعنی علماء اور فقہا کو فقہ میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ وہی نسبت ہے کہ جو اولاد و عیال کو باپ کے ساتھ ہوتی ہے کہ عیال میں جو کمال ہے وہ باپ کی تربیت کا ثمرہ ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو واجب قرار دیا ہے ان اشکرلی ولوالدیک۔

امام نووی تہذیب الاسماء صلا جلد ا میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ امام محمد (امام ابو حنیفہ کے چھوٹے شاگرد) سے بقدر دو اونٹ کی کتابوں کے علم حاصل کیا۔

وعن یحی بن معین قال کتبت الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن وعن ابراهیم الحربی قال قلت للامام احمد من این لک هذه المسائل الدقیقة قال من کتب محمد بن الحسن (تہذیب الاسماء للنووی صلا جلد ا)

امام بخاری کے استاذ یحیٰ بن معین فرماتے ہیں کہ میں نے جامع صغیر خود امام محمد سے لے کر لکھا جو ان کی مشہور تصنیف ہے۔ امام حربی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا کہ یہ آپ یہ مسائل دقیقہ کہاں سے بیان کرتے ہیں کہا کہ امام محمد کی کتابوں سے۔

ناظرین غور تو فرمائیں کہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جیسے مسلّم امام حدیث کو امام ابو حنیفہ کے ایک تلمیذ کی کتابوں کی کیا ضرورت پیش آئی۔ ضرورت یہ تھی کہ حامل فقہ تھے۔ فقیہ نہ تھے سمجھنے کے لئے فقیہ کے پاس چلے گئے۔ کتاب المناقب للامام الموفق ص۱۴۲ جلد ۲ میں ہے۔

عن محمد بن سعدان قال سمعت من حضر یزید بن ھارون وعندہ یحیی بن معین وعلی بن المدینی واحمد بن حنبل وزھیر بن حرب وجماعۃ اخرون اذجاءہ مستفت فقال لہ یزید اذھب الی اھل العلم قال فقال لہ ابن المدینی الیس اھل العلم والحدیث ھنا ک قال اھل العلم اصحاب ابی حنیفہ وانتم صیادلۃ - انتھی

محمد بن سعدان کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص سے سنا جو یزید بن ہارون کی مجلس میں حاضر تھا کہ جس میں یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی اور احمد بن حنبل اور زہیر بن حرب اور دوسرے علماء حدیث کی ایک جماعت موجود تھی اتنے میں ایک شخص یزید بن ہارون کے پاس مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آیا یزید بن ہارون نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس چلے جاؤ اس پر ابن مدینی نے کہا کیا تمہارے پاس ایسے اہل علم اور اہل حدیث موجود نہیں۔ یزید بن ہارون نے کہا کہ اہل اہل علم تو ابو حنیفہ کے اصحاب ہیں اور تم اہل حدیث تو عطار ہو۔

محمد بن اسحاق امام مغازی جب کوفہ آتے تو امام ابو حنیفہ کی زیارت کے لئے بار بار حاضر ہوتے اور جو مسائل مشکلہ ان کو پیش آتے ان میں امام

ابوحنیفہ سے استفادہ کرتے۔ (کذا فی کتاب المناقب للموفق ص۳۳ جلد ۲۔)
یہ وہی محمد بن اسحاق ہیں کہ جو حدیث قراءۃ خلف الامام کے راوی ہیں اور امام بخاری اور امام بیہقی نے ان کا امیر المومنین فی الحدیث ہونا ثابت کیا ہے۔

عن ثابت الزاهد قال كان اذا اشكل على الثوری مسئلة قال ما يحسن جوابها الا من حسدناه ثم يسأل عن اصحابه ويقول ما قال فيه صاحبكم فيحفظ الجواب ثم يفتي به (كذا في كتاب المناقب للموفق ص۲۶ جلد ا)
قال الحافظ ابن حجر لم تثبت رواية ابي حنيفة عن مالك وانما اوردها الدارقطني ثم الخطيب لروايتين وقعتا لهما باسنادين فيهما مقال نعم ثبت نظر مالك في كتب ابي حنيفة

ثابت زاہد جو کہ سفیان ثوری کے تلامذہ اور بخاری اور ترمذی کے اساتذہ میں ہیں کہتے ہیں کہ جب سفیان ثوری کو کسی مسئلہ میں اشکال پیش آتا تو یہ فرماتے کہ اس کا عمدہ اور بہتر جواب وہی دے سکتا ہے جس پر ہم لوگ (یعنی تم لوگ) حسد کرتے ہیں یعنی امام ابوحنیفہ پھر امام ابوحنیفہ کے شاگرد سے پوچھتے کہ بتلاؤ کہ تمہارے صاحب یعنی استاد نے اس بارہ میں کیا فرمایا پھر اس جواب کو یاد رکھتے اور اسی کے مطابق فتوی دیتے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی امام مالک سے کوئی روایت ثابت نہیں۔ دارقطنی نے جو دو روایتیں ذکر کی ہیں ان کی سند میں کلام ہے البتہ امام مالک کا امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو دیکھنا

وانتفاعه بها کما رواه الدراوردی وغیرہ علی ما اخرجہ ابن ابی العوام قال حدثنی یوسف بن احمد المکی ثنا محمد بن حازم الفقیہ ثنا محمد علی الصائغ بمکۃ ثنا ابراھیم بن محمد عن الشافعی عن عبد العزیز بن محمد الدراوردی قال کان مالک بن انس ینظر فی کتب ابی حنیفۃ وینتفع بھا کذا فی حاشیۃ الانتقاء لابن عبد البر صـ۱۴	اور ان سے منتفع ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ دراوردی وغیرہ نے بیان کیا کہ امام مالک امام ابو حنیفہ کی تصانیف کو دیکھا کرتے تھے اور ان سے نفع اٹھاتے تھے۔

اصل اہل حدیث فقہا ہیں

اس بیان سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ اہل حدیث فقط اُن لوگوں کا نام نہیں جن کو حدیث کے فقط الفاظ یاد ہوں۔ اصل اہل حدیث وہ ہیں کہ جو حدیث کے معانی اور اس کے حقائق اور دقائق کو سمجھتے ہوں چنانچہ شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ میزان کبریٰ کے صـ۶۲ پر لکھتے ہیں۔

قال الخطابی واصحاب السنن هم حفاظ الحدیث والمطلعون علیہ کالائمۃ المجتہدین	امام خطابی فرماتے ہیں کہ اصحاب سنن اور اہل حدیث وہ لوگ ہیں کہ جو حدیث کے حافظ ہیں اور اس کے معانی اور حقائق

وکمل اتباعھم فانھم الذین یفھمون ماتضمنہ السنن من الاحکام۔ | پر مطلع ہیں جیسے ائمہ مجتہدین اور ان کے کامل متبعین کیونکہ حدیث جن احکام پر مشتمل ہے اس کے سمجھنے والے یہی ہیں۔

الغرض اہل حدیث کا لفظ حفاظ کے ساتھ مختص نہیں فقہا اور مجتہدین بدرجہ اولیٰ اس کے مصداق ہیں خصوصًا فقہاء حنفیہ کہ اُن کے نزدیک مراسیل اور منقطع اور خبر مستور اور بلاغات بھی معتبر ہیں اور حدیث ضعیف کے متعلق تو امام ابوحنیفہ اور ان کے تمام اصحاب واتباع کا مشہور ومعروف مسلک ہے۔

الحدیث الضعیف احب الی من رأی الرجال۔ | حدیث ضعیف میرے نزدیک لوگوں کی رائے کہیں بہتر ہے۔

اجتہاد اور استنباط کی ضرورت

حق جل شانہٗ نے بندوں کی ہدایت کے لیئے ایک قانون نازل فرمایا اور یہ بتلادیا کہ قیامت تک تمہاری دینی اور دنیوی ضرورتوں کے لیئے دستور اساسی ہے دنیا کتنی ہی پلٹیاں کھائے مگر یہ قانون اٹل ہے اس میں کوئی تغیر اور اور تبدل نہ ہوگا۔

بڑی بڑی حکومتوں کے آئین اور قوانین میں روز تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے حالانکہ وہ قانون ایک محدود جماعت کے لیئے ہوتا ہے مگر چونکہ وہ انسانوں کا بنایا ہوا ہوتا ہے اور عقل انسانی ایک شیئے کے بھی تمام اطراف وجوانب کا بھی احاطہ نہیں کرسکتی اس لیئے روزانہ اس میں تغیر وتبدل ترمیم

اور تنسیخ کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے بخلاف قرآن کریم کے کہ جو تمام عالم کے لئے قانونِ ہدایت بن کر نازل ہوا ہے آج اُس پر چودہ صدیاں گذر گئیں لیکن اس کے کسی اصول میں ذرہ برابر کوئی فرق نہیں آیا۔ دنیا جتنی ترقی کرتی جاتی ہے اس کے اصول اتنے ہی اور چمکتے جاتے ہیں۔ بھلا اس قانون اور دستور میں کیا تغیر ہو سکتا ہے یہ قانون تو اس حکیم و علیم کا اتارا ہوا ہے کہ جس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قیامت تک پیش آنے والے واقعات غیر محدود اور غیر محصور ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے حروف اور کلمات محدود اور متناہی ہیں اور جب ایک غیر محدود چیز کو ایک محدود عبارت میں بیان کیا جائے گا تو اُس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ان غیر محدود واقعات کے احکام انہی محدود احکام سے قیاس اور استنباط کے ذریعہ سے معلوم کرنے ہوں گے کیونکہ غیر شرعی زندگی بسر کرنا جائز نہیں۔ ایسی صورت میں اگر قیاس شرعی سے کام نہ لیا جائے اور لوگوں کو قیاس شرعی کا پابند نہ بنایا جائے تو ہر شخص واقعات میں اپنی رائے اور قیاس سے کام لے گا جس کا شریعت سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور اس کی وجہ سے دینی اور دنیوی جو مفاسد پیش آئیں گے وہ اظہر من الشمس ہیں۔ حق جل علا نے اس مجمل قانون کو اپنے نبی پر نازل کیا اور اُس کا پورا مطلب بھی سمجھایا۔ کما قال ان علینا جمعہ وقرانہ ۔ فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ ۔ ثم ان علینا بیانہ ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر عمل کے لئے ضرورت تھی اور

جتنی حکمت اور مصلحت تھی اس قدر اس کی تفصیل فرمائی بہت سے اصول و قواعد صراحتاً اور بہت سے اصول جزئیات کے ضمن میں بیان فرمائے۔ تاکہ قیامت تک پیش آنے والے واقعات کے لئے رہنمائی کر سکیں اور اہل فہم اور ارباب فراست کے لئے گنجائش چھوڑی کہ وہ حضرات غیر منصوص مسائل میں ان اصول و قواعد کی روشنی میں اپنی رائے اور قیاس سے امت کی رہنمائی کرتے رہیں۔

قال تعالےٰ۔
وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم و لعلھم یتفکرون

ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ اس کی توضیح اور تفسیر فرمائیں اور تاکہ اس میں غور و فکر کرنے والے غور و فکر کر سکیں۔

ناظرین غور کریں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان اور تفسیر کے بعد وہ کیا چیز ہے جس کو ولعلھم یتفکرون سے بیان فرمایا اور مستقلاً ذاؤ عاطفہ سے۔ تبیین پر اس کا عطف کیا گیا ہو وہ مجتہدین کا قیاس اور استنباط ہے۔

اخرج ابن ابی حاتم من طریق مالك بن انس عن ربیعة قال ان اللہ تبارك وتعالےٰ انزل الیکم الکتاب مفصلا وترك فیه موضعا للسنة

امام مالک امام ربیعہ سے ناقل ہیں کہ ربیعہ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ایک مفصل کتاب نازل کی اور اس میں حدیث کیلئے جگہ چھوڑ دی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی چیزیں حدیث سے بیان

وسن رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم وترک فیہا موضعا للرأی۔ (درمنثور) | فرمائی اور رائے اور قیاس کے لئے جگہ باقی رکھی۔

تاکہ مجتہدین اور مستنبطین اس عقل سلیم اور فہم مستقیم کو کام میں لائیں جو اُن کو منجانب اللہ تفقہ اور تفکر اور تامل اور تدبر کے لئے عطا کی گئی ہے اور احکام خداوندی میں غور و فکر کریں کہ اس حکم کی کیا علت ہے جہاں وہ علت پائی جائے وہاں وہ حکم جاری کریں اور اس طرح سے غیر منصوص چیزوں کے احکام معلوم اور یہ معلوم کرنا کہ اس حکم کی علت کیا ہے اور حکم کا مدار کسی امر پر ہے یہ کام فقیہہ اور مجتہد کا ہے یہ عقدہ محض راوی اور ناقل سے حل نہیں ہو سکتا۔ بالفرض اگر شریعت میں رائے اور قیاس کے لئے کوئی جگہ نہ ہوتی اور ہر ہر مسئلہ کے لئے علیحدہ علیحدہ نص کے ذریعہ سے تصریح کر دی جاتی تو عقل معطل اور بیکار ہو جاتی اس کا کوئی کام باقی نہ رہتا۔ پھر آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں عقل کو جو تفکر اور تدبر اور تعطل اور تامل کا جو حکم مذکور ہے وہ غیر معقول ہو جاتا اور تمام عقول فکر اور مراقبہ کی عبادت سے محروم ہو جاتیں اور علوم کی یہ تحقیقات و تدقیقات جو سراسر تفکر اور تامل کا نتیجہ ہیں معرض ظہور میں نہ آتیں۔ اس استنباط اور اجتہاد کی برکت سے جو بال کی کھال نکلی ہے دنیا میں کہیں ان کا نام و نشان نہ ہوتا۔ اور ارباب فہم و فراست اور اصحاب سفاہت کا فرق ظاہر نہ ہوتا اور فقیہہ کی غیر فقیہہ پر فضیلت نہ ظاہر ہوتی علاوہ ازیں جب تمام احکام منصوص ہو جاتے اور کوئی حکم غیر منصوص نہ رہتا تو امت

حرج اور تنگی میں پڑجاتی اور صریح حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے مجرم بنتی اور غضب خداوندی کی مستحق ٹھیرتی۔ خدا کی رحمت ہوئی کہ اس نے ہم کو صریح نافرمانی سے بچالیا۔

فللہ الحمد والمنہ۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قال اللہ تعالیٰ۔

یاایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاٰخر ذلک خیر واحسن تاویلا۔

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اولی الامر یعنی علماء و فقہا کی اطاعت کرو اس کے بعد اگر کسی ایسی چیز میں اختلاف پیش آئے (کہ جس کا علم کتاب وسنت اور اجماع علماء سے ثابت نہ ہو) تو اللہ اور رسول کی طرف یعنی کتاب وسنت کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی طریقہ بہتر ہے اور اسی کا انجام اچھا ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ادلۂ اربعہ کی طرف اشارہ ہے یعنی کتاب اور سنت اور اجماع امت اور قیاس کی طرف اشارہ ہے۔ اطیعوا اللہ میں کتاب اللہ کی طرف اشارہ ہے اور اطیعوا الرسول میں سنت کی طرف اشارہ ہے اور اولی الامر سے علماء کا اجماع مراد ہے اور فان تنازعتم الخ سے قیاس کی طرف اشارہ ہے یعنی جس شئے کا حکم کتاب وسنت میں منصوص نہ ہو اور اجماع علماء سے اس کا کوئی حکم معلوم نہ ہوا ہو تو ایسی صورت میں اس غیر منصوص کا حکم معلوم کرنے کے لئے کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا

چاہیے۔ رجوع کا مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت میں اُس کے نظائر کو تلاش کرو اور اُس کی علت میں غور و فکر کرو اور اشتراک علت اور مماثلت اور مشابہت کی وجہ سے غیر منصوص میں منصوص کا حکم جاری کرو۔ اسی کا نام قیاس اور استنباط ہے اور فان تنازعتم میں تنازع سے محض باہمی منازعت اور اختلاف مراد نہیں اس لیے کہ اس کا سہل علاج یہ ہے کہ اُس نزاع ہی کو ترک کر دیا جائے بلکہ تنازع سے اصول شرعیہ اور دلائل کا تجاذب اور تنازع مراد ہے۔ اور رد آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں اصول شرعیہ متجاذب ہوں۔ اور کوئی اصول اور دلیل اس مسئلہ کو اپنی طرف کھینچتا ہو اور دوسری دلیل اور دوسرا اصول اپنی طرف کھینچتا ہو تو مجتہد کو اُس وقت اس ترتیب کی رعایت چاہیے یعنی اول کتاب اللہ کی طرف رجوع کرے اور پھر سنت کی طرف اور پھر اجماع امت کی طرف۔

رائے اور قیاس کی حجیت آیت مذکورہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ غیر منصوص مسائل میں قیاس اور استنباط شرعاً حجت اور معتبر ہے۔ قال تعالیٰ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اے نگاہ والو عبرت پکڑو یعنی یہ سوچو کہ جن پر عذاب آیا اس کی علت کیا ہے وہ نافرمانی ہے پس سمجھ لو اگر تم نے بھی نافرمانی کی تو تم پر بھی ویسا ہی عذاب آئے گا اور اشتراک علت کی وجہ سے غیر منصوص میں منصوص کے حکم کو جاری کرنے کا ہی نام قیاس ہے۔ جلال الدین سیوطی تفسیر اکلیل میں فرماتے ہیں

استدلال بہ علی حجیۃ القیاس وانہ فرض کفایۃ علی المجتہدین لان الاعتبار قیاس الشئ بالشئ۔ انتھی۔ یعنی آیت مذکورہ اس امر کی دلیل ہے کہ قیاس حجت ہے اور مجتہدین پر قیاس علی الکفایۃ ہے اس لئے کہ اعتبار کے معنی ایک شئ کو دوسری شئ پر قیاس کرنے کے ہیں۔ قیاس کے حجت ہونے کے بارہ میں بیشمار حدیثیں ہیں جن کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ لہٰذا ہم صرف ایک حدیث پر اکتفا کرتے ہیں۔

عن بن جبلؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی الکتاب اللہ قال بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ قال اجتہد برائی ولا آلو قال فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ وقال

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ فرمایا تو یہ پوچھا کہ اگر کوئی قضیہ پیش آئے تو کس طرح فیصلہ کروگے عرض کیا کہ کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کردوں گا فرمایا اگر وہ حکم کتاب اللہ میں نہ ہو تو عرض کیا کہ سنت اور حدیث کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا کہ اگر وہ حکم حدیث میں بھی نہ ہو عرض کیا کہ اس وقت اجتہاد اور استنباط کروں گا اور اپنی رائے سے فیصلہ کردوں گا اور اجتہاد میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑوں گا یعنی محض اٹکل اور تخمین سے فیصلہ نہ کروں گا بلکہ نہایت غور و فکر کے بعد فیصلہ کروں گا۔

الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لمایرضی بہ رسول اللہ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی والدارمی)	معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرط مسرت سے) اپنا دست مبارک میرے سینہ پر مارا اور فرمایا کہ (الحمد للہ) اللہ کا شکر ہے کہ جس نے رسول اللہ کے رسول یعنی اپنے قاصد کو ایسے امر کی توفیق دی جس کو اللہ کا رسول پسند کرے۔

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(اوّل) یہ کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جو قرآن اور حدیث میں ان کا حکم منصوص نہیں۔

(دوم) غیر منصوص مسائل میں اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کرنا نہایت درست اور اللہ اور اُس کے رسول کی عین مرضی کے مطابق ہے۔

(سوم) یہ کہ رائے اور اجتہاد حق سبحانہ وتعالیٰ کی ایک نعمت ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الحمد للہ پڑھا اور اللہ کا شکر ادا کیا اور شکر کرنے والوں کیلئے اللہ کا وعدہ ہے لئن شکرتم لازیدنکم اور فرط مسرت سے معاذ بن جبل کے سینہ پر ہاتھ مارا اشارہ اس طرف تھا کہ دست نبوی کے فیوض وبرکات مجتہد اور فقیہہ کے ساتھ ہیں۔ نیز غیر منصوص مسائل میں صحابہ اور تابعین کا اجتہاد اور قیاس سے فتویٰ دینا حد تواتر کو پہنچ چکا ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ قیاس کی حجیت پر تمام صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے۔ امام بخاریؒ نے قیاس کی حجیت ثابت کرنے کے لئے صحیح بخاری میں ایک باب منعقد فرمایا۔ باب من شبہ اصلا معلوما باصل

مبین وقد بیّن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حکمھما یفھم السائل۔

حافظ عسقلانی اسی باب کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اول من انکر القیاس ابراھیم النظام وتبعہ وبعض المعتزلۃ ومن ینسب الی الفقہ داؤد بن علی وما اتفق علیہ الجماعۃ ھو الحجۃ فقد قاس الصحابۃ فمن بعدھم من التابعین وفقھاء الامصار وباللہ التوفیق۔

سب سے پہلے قیاس کا انکار نظام معتزلی اور داؤد ظاہری نے کیا اور اہل سنت والجماعت جس چیز پر متفق (یعنی حجیت قیاس) وہی حجت اور معتبر ہے اس لئے کہ صحابہ اور تابعین اور فقہاء بلاد نے مسائل غیر منصوصہ میں قیاس کیا ہے۔

وانشد ابن عبد البر لابی محمد الیزیدی النحوی المقرئ المشہور بروایۃ عمرو بن العلاء من ابیات طویلۃ فی اثبات القیاس۔

لاتکن کالحمار یحمل اسفا ۔۔۔ راکما قد قرأت فی القرآن

مثل حمار کے مت ہو کہ دفتر اٹھائے ہوئے ہے اور سمجھتا کچھ نہیں جیسا کہ تو نے قرآن کریم میں پڑھا ہے۔

ان ھذا القیاس فی کل امر ۔۔۔ عند اھل العقول کالمیزان

اہل عقل کے نزدیک قیاس اور استنباط بمنزلہ ترازو کے ہے

لا یجوز القیاس فی الدین الا ۔۔۔ لفقیہ لدینہ صوّان

دین میں صرف اس شخص کے لئے قیاس جائز ہے کہ جو نصوص کو کماحقہ سمجھتا ہو

اور اپنے دین کا پورا پورا محافظ ہو یعنی ورع اور تقوے میں کامل ہو۔

لیس یغنی عن جاھل قول راو   عن فلان وقولہ عن فلان

بلا سمجھے بوجھے محض حدثنا فلاں عن فلاں کہدینا کافی نہیں

ان اتاہ مسترشد افتاہ   بحد ثین فیہما معینان

جس شخص کو حدیث کے الفاظ تو یاد ہوں مگر مراد معلوم نہ ہو تو ایسے شخص سے اگر کوئی استفادہ کرے تو وہ متضاد فتوی دے گا۔

ولنا فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم   والصالحون کل اواب

اور ہمارے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صالحین کا اسوہ حسنہ موجود ہے۔

اسوۃ فی مقالہ لمعاذ   اقض بالرای ان اتی الخصمان

کہ آپ نے معاذ بن جبل کو حکم دیا کہ رائے اور قیاس سے فیصلہ کرنا

وکتاب الفاروق یرحمہ اللہ   الی الاشعری تبیان

اور حضرت فاروق اعظم نے ابو موسیٰ اشعری کو جو والانامہ تحریر فرمایا اس میں تصریح ہے۔

قس اذا اشکلت علیک امور   ثم قل بالصواب والعرفان

کہ جب تجھ پر اشکال پیش آئے تو قیاس کرنا اور پھر صواب اور معرفت کے ساتھ فتویٰ دینا۔ اس میں قیاس کا حکم صراحۃً مذکور ہے۔ فتح الباری ص ۲۲۵ ج ۱۳

رائے محمود اور رائے مذموم حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں نہایت تفصیل سے یہ ثابت کیا ہے کہ رائے کی دو قسمیں ہیں ایک محمود اور ایک مذموم۔ محمود وہ ہے کہ جو اصول اور قواعد

کے مطابق ہو اور کتاب اور سنت اور اجماعِ امت سے ماخوذ ہو اور مذموم وہ ہے کہ جو نصوص کے خلاف ہو یا محض ظن اور تخمین پر مبنی ہو، جن احادیث اور آثار صحابہ میں رائے کی مذمت آئی ہے اس سے اس قسم کی رائے مراد ہے، اور جن آیات اور احادیث میں رائے کی تعریف آئی ہے اس سے رائے محمود مراد ہے حافظ ابن قیم نے دونوں قسم کی روایتیں تفصیل کے ساتھ نقل کر کے فرماتے ہیں۔

ولا تعارض بحمد اللہ بین ہذہ الآثار عن السادۃ الاخیار بل کلھا حق وکل منہا لہ وجہ الخ اعلام الموقعین ص۶۵ جلد

یعنی بحمد اللہ تعالیٰ ان آثار میں کوئی تعارض نہیں۔ سب حق ہیں ہر ایک کی وجہ اور محمل علیحدہ ہے۔ آہ اسی طرح حافظ موصوف نے اعلام الموقعین اور حافظ ابن تیمیہ نے کتاب القیاس فی الشرع الاسلامی میں قیاس کی دو قسمیں کی ہیں ایک قیاس صحیح اور ایک قیاس فاسد۔ حافظ ابن تیمیہؒ منہاج السنۃ ص۹۲ جلد ۲ میں فرماتے ہیں کہ صحابہ سے رائے اور قیاس کی مدح اور مذمت دونوں مروی ہیں اور دونوں قول صحیح ہیں۔ جو رائے اور قیاس منصوص کے معارض ہو وہ مذموم ہے جیسے مشرکین کا یہ قیاس انما البیع مثل الربا۔ ونحو ذلک۔ اور جو رائے اور قیاس کتاب سنت اور اجماع امت سے مستفاد ہو اور قواعد شرعیہ کے مطابق ہو وہ محمود ہے۔ اسی طرح امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ایک باب قیاس صحیح کے حجیت کے لئے منعقد کیا جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں اور ایک باب رائے مذموم اور قیاس فاسد کی تحذیر میں منعقد

فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں باب ما یذکر من ذم الرای وتکلف القیاس ولا تقف ولا تقل ما لیس لک بہ علم حافظ ابن حجرؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ما یذکر من ذم الرأی ای الفتوی بما یودی الیہ النظر وھو یصدق علی ما یوافق النص وعلی ما یخالفہ والمذموم منہ ما یوجد النص بخلافہ واشار بقولہ الی ان بعض الفتوی بالرأی لا یذم وھو اذا لم یوجد النص من کتاب او سنۃ او اجماع۔ (فتح الباری صـ۲۳۵ جلد ۱۳)

وقال ابن بطال[1] التوفیق بین الآیۃ والحدیث فی ذم العمل بالرأی بین ما فعلہ السلف من استنباط الاحکام ان نفس الآیۃ ذم القول بغیر علم فخص بہ من تکلم برأی مجرد عن اسناد الی اصل ومعنی الحدیث ذم من افتی مع الجہل ولذلک وصفھم بالضلال والاضلال والا فقد مدح من استنبط من الاصل بقولہ لعلمہ الذی یستنبطونہ منھم فالرأی اذا کان مستندًا الی اصل من الکتاب او السنۃ او الاجماع فھو المحمود واذا کان لا یستند الی شئی منھا فھو المذموم قال وحدیث سھل

حاصل کلام یہ ہے کہ جن آیات اور احادیث میں عمل بالرائے کی مذمت آئی ہے اس سے وہ رائے مراد ہے کہ جو محض اپنی رائے ہو اور اس کی کوئی دلیل نہ ہو اور اسی طرح حدیث میں اس شخص کی مذمت آئی

---

[1] ف صـ۲۴۴ جلد ۱۳

بن حنیف وعمر بن الخطاب وان کان یدل علی ذم الرأی لکنہ مخصوص بما اذا کان معارضاً للنص فکانہ قال اتھموا الرای اذا خالف السنۃ اھ (فتح الباری ص۲۴۴ جلد ۱۳)

ہے کہ جو بلا علم اور بلا تحقیق فتوی دے اور خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کرے اور جو لوگ کتاب وسنت سے صحیح استنباط کرنیوالے ہیں اللہ تعالیٰ نے لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم میں ان کی مدح فرمائی ہے

تنبیہ | افسوس کہ حضرات اہل حدیث حافظ ابن تیمیہ اور ابن ابن قیم کے کتابوں سے رائے مذموم کے بارے میں صحابہ اور تابعین کے جو اقوال ہیں۔ اُن کو تو نقل کر دیتے ہیں اور قیاس صحیح اور رائے محمود کے بارے میں جو احادیث اور اقوال صحابہ انھیں کتابوں میں مذکور ہیں ان کو ذکر نہیں کرتے ہیں کیا یہ خیانت نہیں اور حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم جن کی کتابوں سے یہ عبارتیں نقل کرتے ہیں کیا وہ خود امام احمد بن حنبل کے مقلد نہیں سب کو معلوم ہے کہ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے۔

لطیفہ تعجب ہے کہ حضرات اہلِ حدیث امام بخاری کو مجتہد بھی بتلائیں اور منکر قیاس بھی۔ بھلا جس کے پاس اجتہاد نہ ہو اور نہ وہ صاحبِ رائے ہو تو مجتہد کیسے ہو سکتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ رائے محمود اور قیاس صحیح کی حجیت پر تمام علماء اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے سوائے داؤد ظاہری اور ان کے متبعین کے جن کو فرقہ ظاہریہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کوئی قیاس کا منکر نہیں۔ امام شعرانی نے فتوحات مکیہ سے نقل کیا ہے۔

ان الامام ابا حنیفۃ کان یقول ایاکم والقول فی دین اللہ بالرأی وعلیکم باتباع السنۃ

امام ابو حنیفہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے دین میں اپنی رائے سے بات کہنے سے بچو سنت کا اتباع کرو۔

پس جب خود امام موصوف یہ فرما رہے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ خود اس کے مرتکب ہوں۔

لقب اصحاب الرائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اصحاب الرائے فقہاء صحابہ کا لقب تھا جو حضرات صحابہ منصب افتاء پر فائز تھے وہی اس لقب کے ساتھ پکارے جاتے تھے۔ چنانچہ کنز العمال صفحہ ۱۳۴ جلد ۳ میں ہے۔

عن القاسم ان ابا بکر الصدیق کان اذا نزل بہ امر یرید فیہ

صدیق اکبر کو کوئی بات پیش آتی تو اہل الرائے اور اہل الفقہ کو مشورہ کیلئے

مشاورۃ اهل الرأی واهل الفقہ دعا رجالا من المهاجرین والانصار دعا عمر وعثمان وعلیا وعبد الرحمن بن عوف معاذ بن جبل وابی بن کعب وزید بن ثابت وکل هؤلاء کان یفتی فی خلافۃ ابی بکر وانما تصیر فتوی الناس الی هؤلاء فمضی ابو بکر علی ذلک ثم ولی عمر وکان یدعو هؤلاء النفر۔ رواہ ابن سعد کذا فی کنز العمال صفحہ ۱۳۴ جلد ۳ نمبر ۲۲۹۴ کتاب الخلافۃ من قسم الاعمال

بلاتے مہاجرین اور انصار میں سے اہل علم کو بلاتے حضرت عمر اور عثمان اور علی اور عبد الرحمن بن عوف اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت رض کو بلاتے یہی لوگ حضرت ابو بکر کے زمانہ خلافت میں فتوی دیتے تھے پھر حضرت عمر خلیفہ ہوئے وہ بھی انھیں حضرات سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ اور فتوے کا مدار انھیں پر تھا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ اہل الرائے اور اہل فقہ کا ممتاز لقب صرف فقہاء صحابہ کے لیئے استعمال ہوتا تھا۔ اہل حدیث تو تمام صحابہ تھے مگر فتوے اہل الرائے ہی دیتے تھے۔ بعد میں یہ لقب امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کا ہو گیا اور اس زمانہ کے تمام المحدثین نے امام ابو حنیفہ کو امام اہل الرائے کا لقب دیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات محدثین کے نزدیک فتوی اصحاب الرائے ہی کا معتبر تھا چنانچہ یحیی بن معین کا مقولہ ہے۔

الرأی رأی ابی حنیفۃ وعلیہ ادرکت الناس۔ رائے تو ابو حنیفہ ہی کی ہے اور اسی پر تمام لوگوں کو پایا۔

اور امام شافعیؒ کا مقولہ مشہور ہے الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ تمام لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں اور عیال لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ جو کسی کی تربیت اور پرورش میں ہو۔ علامہ موفق نے اسی کو نظم کیا ہے۔

ائمۃ ھذہ الدنیا جمیعًا — بلا ریب عیال ابی حنیفۃ

اس دنیا کے تمام امام بلا شبہ امام ابو حنیفہ کے عیال اور اطفال ہیں

وکفۃ فقھہ ثقلت عیانًا — وکفۃ فقھم جاءت خفیفۃ

امام ابو حنیفہ کے تفقہ اور اجتہاد کا پلہ سب سے بھاری ہے اور اوروں کا پلہ ہلکا ہے۔ کتاب المناقب صـ۱۳۸ جلد ۲۔

ابو القاسم غسان تمیمی فرماتے ہیں ؎

وضع القیاس ابو حنیفۃ کلہ — فاتی باوضح حجۃ وقیاس

والناس یتبعون فیھا قولہ — لما استبان ضیاءہ للناس

افذی الامام ابا حنیفۃ ذا التقی — من عالم بالشرع والقیاس

سبق الائمۃ فالجمیع عیالہ — فیما تحراہ بحسن قیاس

(تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃؓ للحافظ السیوطیؒ صـ۲۹)

سوید بن نصر جو امام ترمذی اور نسائیؒ کے شیوخ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

لا تقولوا رأی ابی حنیفة و | ابو حنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ یہ کہو کہ حدیث
لکن قولوا تفسیر الحدیث | کی شرح اور تفسیر ہے۔

کتاب المناقب للموفق ص۵۱ ج ۲

امام بخاریؒ کا اہل الرائے کی کتابوں سے استفادہ

حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح البخاری میں امام بخاری کا قول نقل کرتے ہیں۔ قال فلما طعنت فی ستۃ عشر سنۃ حفظت کتب ابن المبارک ووکیع وعرفت کلام ھؤلاء یعنی اصحاب الرائی ص۴۷۹ وقال ایضا ماجلست للتحدیث حتی عرفت الصحیح من السقیم وحتی نظرت فی کتب اھل الرائی الخ مقدمہ ص۴۸۹۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ جب میں سولہ سال کے سن میں داخل ہوا تو عبداللہ بن مبارک اور وکیع کی کتابوں کو حفظ کر لیا اور اہل الرائے کے کلام کو خوب پہچان لیا اور اس وقت تک تدریس کے لئے نہیں بیٹھا جب تک حدیث صحیح اور سقیم میں مجھ کو امتیاز نہیں ہو گیا اور اہل الرائے کی کتابوں کو دیکھنا اور سمجھنا نہایت ضروری تھا۔ بغیر اس کے تدریس و تعلیم کے قابل نہیں اور عبداللہ بن مبارک اور وکیع کی کتابوں کا حفظ کرنا ضروری ہے۔ اور محدثین اور فقہا میں عبداللہ بن مبارک اور وکیع کا امام ابو حنیفہ کے تلامذہ خاص میں سے ہونا اور ان کے فقہ کا شیدا اور دلدادہ ہونا معروف اور مسلم ہے۔ امام بخاری کے اس کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محدثین کی نظر میں اہل الرائے کا فقہ معتبر تھا اس سے استفادہ کو ضروری اور

تدریس کے لئے موقوف علیہ سمجھتے تھے۔ بلکہ معرفت احادیث کے ہم پلہ سمجھتے تھے۔ بظاہر امام بخاری کو اہل الرائے کی کتابوں کے مطالعہ کا داعیہ یہ پیش آیا کہ اپنے اساتذہ اور اساتذۃ الاساتذہ کو فقہ الی حنفیہ کے مدح میں رطب اللسان پایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کے درس سے پہلے ہدایہ کا پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ امام بخاری کے طریقہ کا اتباع اسی میں ہے۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں یہ ارادہ فرمایا کہ یہ کتاب حدیث اور فقہ دونوں کی جامع ہو اس لئے مسائل غریبہ کے استنباط کے لئے تراجم منعقد فرمائے اسی وجہ سے علماء میں یہ مشہور ہو گیا کہ فقہ البخاری فی تراجمہ۔ لہٰذا ایسی جامع کتاب کے لئے حدیث اور فقہ دونوں کی ہی ضرورت ہوئی۔ حدیث امام بخاری نے محدثین سے لی اور فقہ اور استنباط کے لئے اہل الرائے کی کتابوں سے مدد لی تاکہ حدیث کے ساتھ فقہ کو بھی جمع کر سکیں۔

قیاس حجت شرعیہ ہے

کتاب اور سنت اور اجماع امت سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ قیاس شرعًا حجت اور معتبر ہے لہٰذا جو حکم اور فتویٰ قیاس شرعی کی بناء پر دیا جائے گا وہ حکم شرعی سمجھا جائے گا اور اس کا اتباع شریعت ہی کا اتباع سمجھا جائے گا۔ جو حاکم اور جج قانونی نظائر اور شواہد کی بناء پر کوئی حکم صادر کرتا ہے وہ حکم شاہی ہی سمجھا جاتا ہے اور اس حکم سے

انحراف کرنے والا حکومت کا مجرم قرار پاتا ہے اس لئے کہ یہ حاکم کا ذاتی حکم نہیں بلکہ قوانینِ حکومت اور آئین سلطنت کے ماتحت ہے اس لئے رعایا پر اس کا اتباع واجب ہے۔ اسی طرح مجتہدین قیاس اور استنباط سے جو فتوی دیتے ہیں وہ اُن کی ذاتی رائے نہیں ہوتی۔ بلکہ اصولِ شریعت کے ماتحت۔ شریعت کے منشاء کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ اس لئے تمام فقہاء بالاتفاق یہ تصریح فرما رہے ہیں کہ قیاس مثبت حکم نہیں بلکہ مُظہر حکم ہے یعنی جو حکم قرآن وحدیث میں مخفی تھا قیاس نے اس کو ظاہر کر دیا۔ قیاس نے اپنی طور پر کوئی مستقل حکم نہیں دیا۔ اصلی حکم تو اللہ تعالےٰ کا ہے کما قال تعالیٰ ان الحکم الا للّٰہ۔ نبی اور رسول کا حکم بعینہ اللہ کا حکم ہے اور حکم خداوندی کا مظہر ہے اس لئے حضرات انبیاء کی اطاعت، اطاعت خداوندی ہے۔ اسی طرح حضرات فقہا و مجتہدین کی تقلید اور اتباع اللہ اور اس کے رسول ہی کا اتباع سمجھا جائے گا۔ جو لوگ فقہا اور مجتہدین کے اتباع کو شرک قرار دیتے ہیں عجب نہیں کہ رفتہ رفتہ حضرات انبیاء کے اتباع کو بھی شرک قرار دینے لگیں۔ خلفائے راشدین کے سنت[1] کو تو بدعت کہنے ہی لگے ہیں۔ شیخ محی الدین عربی قدس اللہ سرہٗ نے مجتہدین کے مدح میں طویل کلام فرمایا۔ اس کا ملخص اور محصل ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

حق جل شانہ نے حضرات انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کو شریعت عطا فرمائی اور منصب تشریع ان کو عطا کیا۔ اور علماء امت کو ان حضرات کا وارث بنایا۔ اور احکام غیر منصوصہ میں اجتہاد اور

---

[1] بیس رکعت تراویح کی طرف اشارہ ہے جو کہ خلفاء راشدین اور تمام صحابہ کی سنت ہے۔ ۱۲

استنباط کا حکم دیا کہ منصب تشریع میں سے مجتہدین کو کچھ حصہ ملے جس طرح نبی پر اپنی شریعت کا اتباع لازم ہے اسی طرح مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا لازم ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ اس کا اجتہاد ہے بلکہ اس لئے کہ شریعت کی طرف سے اسی کا مامور اور مکلف ہے کہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے۔

(۱) تشریع انبیاء اور تشریع فقہا میں محض لفظی اور صوری اشتراک ہے حقیقت دونوں کی الگ الگ ہے۔ چونکہ حضرات انبیاء معصوم عن الخطا ہیں اس لئے اُن کی تشریع قطعی ہے اور فقہا معصوم نہیں اس لئے ان کی تشریع ظنی ہے

(۲) انبیاء کرام کی تشریع مستقل ہے اور فقہاء کی تشریع کتاب وسنت کے تابع ہے۔ اگر فقہاء کو حضرات انبیاء کی طرف سے کتاب وسنت کا مادہ عطا نہ کیا جاتا تو اجتہاد اور استنباط پر قادر نہ ہوتے۔

(۳) احکام شرعیہ میں ناسخ ومنسوخ ہیں اور احکام اجتہادیہ میں رجوع عن الاجتہاد ہے جس طرح حضرات انبیاء وحی الٰہی کے تابع ہیں جب تک کہ کوئی دوسری وحی اس کے نسخ کے لئے نازل نہ ہو۔ اسی طرح مجتہدین اپنے اجتہاد کے پابند ہیں جب تک کہ کوئی دوسرا اجتہاد اس کے خلاف سانح نہ ہو۔

الغرض اجتہاد ایک نفحہ ہے نفحات تشریع میں سے عین تشریع نہیں۔ لمعہ ہے لمعات وحی میں سے عین وحی نہیں۔ نور وحی کی ایک شعاع اور پرتو ہے بلاشبہ عین آفتاب نہیں مگر اس کے مغائر اور مباین بھی نہیں

شعاعیں چونکہ آفتاب کا عین نہیں اس لئے اصل اور فروع کے احکام مختلف ہوئے۔ اور غیر بھی نہیں اس لئے وہ شعاعیں آفتاب ہی کی طرح منسوب سمجھی جائیں گی اور اُن سے قطع نظر کرنا جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح احکام قیاسیہ شریعت کی طرف منسوب ہوں گے اور احکام شرعیہ کہلائے جائیں گے۔ اور ان کا اتباع لازم اور ضروری ہوگا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ اللھم صلی علی اٰل محمد کما صلیت علیٰ اٰل ابراھیم کا مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار جس طرح تونے اپنی رحمت سے آل ابراہیم میں انبیاء و مرسلین بنائے اور ان کو وحی اور شریعت عطا فرمائی اسی طرح آل محمد میں بھی ایسے علماء پیدا فرما کہ جو تشریع احکام میں انبیا کے وارث ہوں کہ اجتہاد و استنباط سے احکام شرعیہ کی تشریع اور تشریح فرمائیں۔ سو الحمد للّٰہ اس امت کے مجتہدین۔ انبیاء کرام کے مشابہ ہوئے اور شریعت نے ان کے اجتہاد اور استنباط کو معتبر مانا اور حکم شرعی قرار دیا اور اس امت کے علماء اور فقہاء کا حشر قیامت میں انبیاء اور مرسلین کی صفوف میں ہوگا۔ اور یہ اجتہاد امت محمدیہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور بظاہر اجماع کی حجیت وہ بھی اسی امت مرحومہ کا خصیصہ ہے۔

کما قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ۔	آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی۔

امتی کے لفظ میں اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم آپ کی

امت کے ساتھ مخصوص ہے۔ مجتہدین کا قیاس اور استنباط تو تشریع انبیا کی وراثت تھی اور اجماع بظاہر عصمت کی وراثت ہے۔ قیاس اور استنباط میں ہر مجتہد فرداً فرداً وارث ہوا لیکن عصمت عن الخطا یہ خاصہ نبوت کا ہے اس لئے عصمت عن الخطا کی وراثت مجموعہ امت کو بہ رنگ اجماع عطا کی گئی۔ فرداً فرداً اس کا عطا کرنا خلاف حکمت اور مصلحت ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کی تقسیم ہے جس طرح چاہیں تقسیم فرمائیں۔ علماء ربانیین کو علوم شریعت کا وارث بنایا۔ اور اولیاء اور عارفین کو حضرات انبیاء و مرسلین کی آیات بینات اور معجزات کا برنگ کرامات وارث بنایا اور چونکہ شریعت اصل نبوت ہے اور معجزہ اس کی تائید اور تصدیق کے لئے ہے مقصود بالذات نہیں اس لئے کتاب و سنت نے بہ نسبت ولایت کے علم کا پلہ بھاری رکھا۔

ظاہر نصوص کا اتباع

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ظاہر نصوص کا اتباع واجب ہے اور نص کے مقابلہ میں قیاس قطعاً ناجائز اور حرام ہے مگر ظاہر نصوص کا اتباع کا یہ مطلب نہیں کہ آیت قرآنی اور حدیث نبوی کا جو لفظی ترجمہ ہو اس پر عمل کرنا واجب ہے جب یہ آیت نازل ہوئی کہ کلوا واشربوا حتیٰ یتبین لکم الخیط الاسود تو ایک صحابی نے خیط ابیض اور خیط اسود کا جو ظاہری اور لفظی ترجمہ تھا اس کے مطابق اپنے تکیہ کے نیچے ایک سیاہ اور ایک سفید ڈورا رکھ کر سو گئے۔ جب آپ کو علم ہوا تو بطور مزاح ارشاد فرمایا کہ تیرا تکیہ بہت وسیع ہے کہ

جس میں خیط ابیض اور خیط اسود یعنی صبح صادق اور صبح کاذب دونوں سما گئے۔

صحابی تھے اہلِ زبان تھے بظاہر ظاہر نص پر عمل فرمایا مگر صاحب شریعت نے اس کا اعتبار نہ فرمایا بلکہ بطور مزاح اس کا ذکر فرمایا معلوم ہوا کہ ایسی ظاہریت پر مزاح سنت نبوی ہے۔ اہل ظاہر اگر اتباع ظاہر کی وجہ سے معذور ہیں تو حضرات فقہا اہلِ ظاہر کے مزاح میں ماجور ہیں کیونکہ ایسی ظاہریت میں مزاح ہی مسنون ہے۔

ظاہر نص کا اتباع جب واجب ہے جبکہ وہ نص صریح ہو یعنی مراد اس کی ظاہر ہو کسی دوسرے معنی کا اس میں احتمال نہ ہو اور نہ وہ منسوخ ہو اور نہ کوئی دلیل قوی اس کے معارض ہو اور نہ شریعت کے اصول مقررہ کے خلاف ہو۔ ایسی نص صریح کے ہوتے ہوئے عالم تو کیا ادنیٰ مومن بھی قیاس کو جائز نہیں سمجھتا اور بلاشبہ ایسی نص صریح کے مقابلہ میں قیاس کرنا شیطان کا کام ہے۔ ہاں اگر اس نص میں حقیقت اور مجاز یا اشتراک معنی کی وجہ سے دو احتمال ہوں اور کوئی مجتہد اپنے فہم و فراست سے کسی ایک احتمال کو ترجیح دے تو یہ نص ہی پر عمل کرنا سمجھا جائے گا۔ اور کوئی عاقل اس کو قیاص بہ مقابلۂ نص نہ کہے گا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ احزاب کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا

لا یصلین احد العصر الا — کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ

فی بنی قریظتہ۔ میں پہنچ کر۔

حسب ارشاد لشکر بنو قریظہ کو روانہ ہوا راستہ میں جب عصر کا وقت آیا تو نماز کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختلاف رائے ہوا۔ فقال بعضھم لا نصلی حتی ناتیھا بعض نے یہ کہا کہ ہم جب تک بنو قریظہ نہ پہنچ جائیں اس وقت تک ہم نماز عصر نہ پڑھیں گے وقال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذلک بعض نے یہ کہا کہ ہم ضرور نماز پڑھیں گے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں کہ جو ظاہر لفظ سے سمجھ میں آتا ہے آپ کا مقصود تعجیل ہے یعنی جلدی پہنچنے کی اتنی کوشش کرو کہ اگر ممکن ہو تو عصر کی نماز وہیں جا کر ادا کرو۔ آپ کا یہ مقصود نہیں کہ نماز نہ پڑھی جائے اسکے علاوہ کسی دوسری جگہ۔ چنانچہ اس فریق نے نماز عصر راستہ میں ادا کی اور تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے اور فریق اول نے عصر کی نماز عشا کے بعد بنی قریظہ میں جا کر پڑھی۔ جب آپ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی اب دیکھئے کہ فریق اول نے ظاہر لفظ پر عمل کیا اور نہی کو حقیقت پر محمول کیا۔ اور فریق ثانی نے حکم ممانعت کے صریح خلاف کیا اور نہی کو معنی مجازی پر محمول کیا یعنی ممانعت سے مقصود نماز سے منع کرنا نہیں بلکہ مقصود جلد پہنچنے کی تاکید ہے۔ اس فریق نے یہ سمجھا کہ دوسری نصوص قطعیہ اور صریحہ نے محافظت صلوات اور اپنے اوقات میں نماز ادا کرنے کو فرض اور ترک کو حرام قرار دیا ہے کما قال تعالیٰ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابًا موقوتًا وقال تعالیٰ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ ای العصر اس لئے

لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ کی نہی اور ممانعت کو معنی مجازی پر محمول کیا حق جل شانہ نے جس کو عقل سے کچھ بھی حصہ عطا فرمایا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ عمل بالرائے اور قیاس بمقابلۂ نص نہیں بلکہ اجتہاد فی مراد النص ہے۔ فریق اول نے محض ظاہر لفظ پر عمل کیا اور فریق ثانی نے ظاہر معنی اور ظاہر مراد پر عمل کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام آیات اور احادیث پر بھی عمل ہو گیا کہ جو محافظۃ صلوٰۃ کے بارہ میں آئی ہیں۔ اور فریق اوّل اس سعادت اور فضیلت سے محروم رہا۔

قال الحافظ ابن القیم فحازوا الفضیلتین امتثال الامر فی الاسراع و فی المحافظۃ علی الوقت۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اس طائفہ نے دو فضیلتیں حاصل کیں ایک حکم تعجیل کی تعمیل اور دوسرے نماز کی اپنے وقت پر محافظت

(زرقانی شرح المواہب صفحہ ۱۲۹ جلد ۲ و فتح الباری صفحہ ۳۱۶ جلد ۷)

صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مجھ کو اپنے نعلین مبارکین عطا فرمائے اور یہ فرمایا کہ جو شخص تم سے ملے اور توحید اور رسالت کی شہادت دیتا ہو اس کو جنت کے عطا فرمانے کی بشارت سنا دو۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مجھ کو عمر ملے اور میں نے ان کو بشارت سنائی حضرت عمر نے ابوہریرہؓ کے سینہ پر زور سے ایک مار جس سے ابوہریرہؓ گر پڑے، اور یہ کہا کہ واپس چلے جاؤ یعنی اس بشارت کا اعلان مت کرو، ابوہریرہؓ واپس ہو گئے اور بارگاہ اقدس میں جا کر واقعہ عرض

گیا، پیچھے پیچھے عمرؓ بھی پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ابو ہریرہؓ کو بشارت دے کر بھیجا تھا مجھ کو اندیشہ یہ ہوا کہ لوگ کہیں اس بشارت پر بھروسہ کرکے عمل نہ چھوڑ بیٹھیں اس لئے میں نے ابو ہریرہؓ کو روک دیا۔ آپ نے عمرؓ کی موافقت فرمائی اور ابو ہریرہؓ کو فرمایا کہ ابھی رہنے دو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہؓ کو ایک پیغام دے کر بھیجا تھا مگر حضرت عمرؓ نے یہ سمجھا کہ لوگوں پر تکاسل اور تغافل کا غلبہ ہے ایسا نہ ہو کہ غفلت شعار طبیعتیں منشاء نبوی کو تو سمجھیں نہیں اور ظاہر حکم پر عمل کر کے اور مفاسد میں مبتلا ہو جائیں اس لئے سداً للذرائع ابو ہریرہؓ کو روکدیا کہ جو بظاہر حکم نبوی کے صریح خلاف تھا مگر علت اور منشاء کے اعتبار سے عین مطابق تھا۔

گفتگوئے عاشقاں در کار رب
جوشش عشق است نے ترک ادب

اہلِ ظاہر کی نظر ہمیشہ ظاہر لفظ پر رہتی ہے اور فقہا کی نظر ہمیشہ علت اور منشاء پر رہتی ہے اہلِ ظاہر فقط لسان نبوی اور شفتین کی حرکت دیکھتے ہیں اور حضرات فقہاء خداداد نورِ فہم اور نورِ فراست سے قلب نبوی اور خاطر عاطر کی حرکات ارادیہ کو دیکھکر مراد نبوی معلوم کرتے ہیں ؏

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

صحیح مسلم میں ہے کہ لا تکتبوا عنی شیئاً الا القرآن ومن کتب عنی

شیاء غیر القرآن فلیمحہ۔ سوائے قرآن کے مجھ سے کوئی اور شئے سن کر نہ لکھو اور جس نے قرآن کے سوا مجھ سے سن کر کچھ لکھ لیا ہو اس کو مٹا دے۔

ظاہر حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حدیث کی کتابت نہ کی جائے۔ کتابت صرف قرآن کی کی جائے۔ مگر فقہاء امت نے یہ سمجھا کہ اس ممانعت کی علت یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کو غلط نہ کیا جائے اور حدیث کو قرآن کے مشابہ نہ بنایا جائے کیونکہ دوسری نصوص سے شریعت کی حفاظت کی فرضیت اور کتابت علم کی فضیلت تواتر کے درجہ میں ثابت ہے اگر اس حدیث کے محض ظاہر الفاظ پر عمل ہوتا تو آج دنیا میں کوئی حدیث کی کتاب مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ ہوتی۔

اجتہاد

(اجتہاد) جہد یعنی طاقت اور کوشش سے مشتق ہے۔ لغت میں اجتہاد کے معنی اپنی جہد اور پوری طاقت کو خرچ کر دینے کے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں، اپنے فہم ثاقب کے ذریعہ احکام شرعیہ کو ادلۂ تفصیلیہ سے معلوم کرنے کے لئے اپنی طاقت فکریہ کو خرچ کر دینے کا نام اجتہاد ہے یعنی جو شخص براہ راست اپنے خداداد فہم کے ذریعہ کتاب و سنت سے شریعت کے اصول و فروع کا اور دین کے مقاصد کلیہ اور جزئیہ کا استنباط اور استخراج کر سکے اور فرائض اور واجبات اور سنن اور مستحبات اور مفسدات اور مکروہات اور حلال و حرام اور جائز اور ناجائز کی تعیین اور

تمیز کر سکے وہ مجتہد ہے۔ اجتہاد کی حقیقت یہ ہے۔

کسی دوسرے امام اور مجتہد کے استنباط کردہ اصول وفروع کو سمجھ لینے کا نام اجتہاد نہیں یہ ایک درجہ علم اور فہم کا ہے کہ کسی امام کے اجتہاد اور استنباط کو سمجھ لیا۔ خوب سمجھ لو کہ کسی کے اجتہاد اور استنباط کو سمجھ لینے کا نام اجتہاد نہیں۔ حق جل شانہ کے اس ارشاد تعلمہ الذین یستنبطونہ منھم کی تفسیر میں امام نحو زجاج فرماتے ہیں کہ استنباط کے معنی لغت میں کنواں کھود کر زمین کی تہ میں سے پانی نکالنے کے ہیں۔

پس اسی طرح سمجھو کہ نصوص شریعت کے عمق اور گہرائی میں جو علوم اور معارف چھپے ہوئے ہیں اُن مخفی علوم اور احکام کو اپنی آلاتِ فکریہ سے کھود کر نکالنے کا نام استنباط اور اجتہاد ہے دوسروں کے کھودے ہوئے کنویں کے پانی استعمال کرنے کا نام استنباط نہیں

مجتہد کی تعریف

امید ہے کہ اجتہاد کی تعریف سے مجتہد کی تعریف بھی معلوم ہو گئی ہو گی پس مجتہد وہ ہے کہ جو اپنی خداداد قوتِ اجتہادیہ اور ملکہ استنباط سے براہ راست کتاب و سنت سے مسائل شرعیہ کا استخراج اور اور استنباط کر سکے محض کسی مجتہد کے استنباط کردہ مسائل اور دلائل کو سمجھ لینے سے مجتہد نہیں بن جاتا۔ جو شخص کسی مجتہد کے استنباط کردہ مسائل

اور دلائل کو سمجھ لینے سے مجتہد نہیں بن جاتا۔ جو شخص کسی مجتہد کے استنباط کردہ مسائل اور دلائل کو سمجھ لے تو وہ بقدر فہم عالم تو ہے مگر مجتہد نہیں۔ مجتہد وہ ہے کہ جو شریعت کے اصول کلیہ کو سمجھ کر ان سے جزئیات اور فروع کا استخراج کرے۔

طبیب وہ ہے جو پوری طب کے مزاج سے واقف ہو محض دس بیس دواؤں کے نام یاد کر لینے سے طبیب نہیں بن جاتا۔ اسی طرح مجتہد وہ ہے کہ جو پوری شریعت کے مزاج کلی اور جزئی کو سمجھے ہوئے ہو۔

شرائط اجتہاد

اجتہاد اور مجتہد کی تعریف معلوم کر لینے کے بعد اب ہم شرائط اجتہاد ذکر کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام کو یہ معلوم ہو جائے کہ اجتہاد کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ وہ علم کا ایک اعلیٰ ترین مقام ہے۔

شرط اول

مجتہد کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ علوم عربیت یعنی لغت اور صرف و نحو اور بلاغت میں حاذق اور ماہر ہو کیونکہ قرآن اور حدیث عربی ہے بغیر عربی زبان جانے ہوئے نفس مطلب بھی نہیں سمجھ سکتا۔ اسرار بلاغت اور دلائل اعجاز تک بھی نہ پہنچ سکے گا۔ اجتہاد کی منزل تو ابھی دور ہے۔ اور علوم عربیت میں لغت اور صرف اور نحو اور بلاغت سب

داخل ہیں۔ اعراب کے بدل جانے سے اور تعریف و تنکیر کے فرق سے کلام کے معنی میں زمین آسمان کا فرق ہو جاتا ہے علم لغت میں بھی نہایت درجہ مہارت ضروری ہے جب تک حقیقت اور مجاز اور اشتقاق اور خاصیات ابواب اور شاذ و نادر اور مستعمل اور مہمل کا علم نہ ہوگا۔ اُس وقت تک تو اس کو صحیح عربی داں بھی نہیں کہا جا سکتا۔ غرض یہ کہ اجتہاد کی پہلی شرط یہ ہے کہ علومِ عربیت میں حاذق اور ماہر ہو۔

شرط دوم

کتاب و سنت اور اقوال صحابہ و تابعین پر پورا مطلع ہو۔ قرآنِ کریم کی قرأت متواترہ اور شاذہ سے بخوبی واقف ہو اور آیات کے اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ سے باخبر ہو تاکہ قرآن کریم کی صحیح تفسیر کر سکے۔ اور احادیث نبویہ سے بھی بخوبی واقف ہو کہ اس مسئلہ میں کس قدر احادیث اور روایات مروی ہیں اور کونسی ان میں سے صحیح ہے اور کونسی ضعیف اور کونسی مرفوع ہے اور کونسی موقوف و مقطوع اور کس روایت کے راوی ثقہ اور عدول اور صدوق اور مقبول ہیں اور کس روایت کے راوی ضعیف اور مستور الحال اور مجہول ہیں غرض یہ کہ احادیث نبویہ کا مع اسانید کے حافظ ہو اور سلسلہ اسانید میں جس قدر راوی واقع ہیں اُن کے احوال اور اُن کے بارہ میں جرح و تعدیل کے کل اقوال اس کے سامنے ہوں اور بغیر کسی کے تقلید کے حدیث کی تصحیح اور تضعیف کر سکتا ہو اور بغیر کسی کے

تقلید کے کسی راوی کی جرح و تعدیل کر سکتا جیسے ابوزرعہ اور یحیی بن سعید القطان اور یحیی بن معین اور احمد اور اگر کسی کی تقلید میں راوی کی جرح یا تعدیل کی تو مقلد ٹھہرا تاکہ مجتہد اور خلفاء راشدین کے فیصلوں اور صحابہ

وتابعین کے ....

دائرہ سے باہر نہ جائے اس لئے کہ جس چیز پر صحابہ وتابعین کا اجماع ہو جائے اس کا اتباع تو حتماً لازم اور واجب ہے اور جو چیز صحابہ کرام میں مختلف فیہ ہے تو صحابہ کے دائرہ میں رہنا واجب ہے اور اس سے خروج ناجائز ہے اور جو شخص حضرات محدثین کی کتابیں دیکھکر احادیث صحیحہ و ضعیفہ میں تمیز کرتا ہے اور کتب اسماء الرجال دیکھکر جرح و تعدیل بیان کرتا ہے وہ حقیقت میں مقلد ہے مجتہد نہیں جس تقلید سے بھاگتا ہے اسی میں گر رہا ہے۔

شرط سوم

اجتہاد کی تیسری شرط یہ ہے کہ منجانب اللہ اس کو نور فہم اور فراست ایمانی سے خاص حصہ ملا ہو۔ ذکاوت اور ذہانت میں ایسا ممتاز ہو کہ بڑے بڑے اذکیاء اور عقلاء کی گردنیں اس کے خداداد فہم کے سامنے خم ہوں اجتہاد کے لئے معمولی علم اور معمولی فہم کافی نہیں۔ اجتہا کے لئے ایسا غیر معمولی فہم اور ادراک چاہیئے کہ جو علماء اور فضلاء اور عقلاء اور اذکیاء میں ضرب المثل بن گیا ہو۔

شرط چہارم

اجتہاد کی چوتھی شرط یہ ہے کہ ورع اور تقویٰ کا مجسمہ ہو اور اسکی پیشانی
اس کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی شہادت دیتی ہو، حق پرست ہو، ہوا پرست
نہ ہو۔ زبانِ قال سے نہیں بلکہ اس کی زبانِ حال یہ شعر پڑھتی ہو۔

انا عبد الحق لا عبد الهوىٰ — لعن اللّٰه الهوىٰ فيما لعن

میں حق کا بندہ ہوں۔ ہوائے نفس کا بندہ نہیں ہوائے نفسانی پر اللہ کی
لعنت ہو۔

شرط پنجم

اجتہاد اور استنباط کے طریقوں اور قیاس کے اقسام اور اس کے شرائط
سے بخوبی واقف ہو یعنی قرآن و حدیث کی اقسام ظاہر نص مفسر مجمل محکم متشابہ
اور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص اور اقتضاء النص وغیرہ وغیرہ
کیونکہ جس شخص کو عبارت اور اشارت میں اور عام اور خاص اور مطلق اور
مقید میں فرق معلوم نہ ہو وہ کیسے کتاب و سنت استنباط سے کر سکتا ہے۔
نیز اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ قیاس کی کتنی قسمیں ہیں اور اس کی کیا شرائط
ہیں۔

تقلید تقلید کی حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اجتہاد کے درجہ کو نہ پہنچا ہو اس کا کسی عالم اور مجتہد کے علم اور فہم اور اس کے ورع اور تقویٰ کے اعتماد پر بلا دلیل معلوم کئے ہوئے اس کے قول اور فتوے پر عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔ جس طرح بخاری شریف کی حدیث کو بلا سند معلوم کئے ہوئے صحیح تسلیم کر لینا تقلید فی الروایت ہے اسی طرح کسی فقیہ اور مجتہد کے فتوے پر بلا دلیل دریافت کے عمل کر لینا تقلید فی الدرایت ہے اور جس حدیث کو امام بخاری، صحیح بخاری میں روایت فرمادیں اس کا صحیح تسلیم کرنا واجب ہے اسی طرح جو مسئلہ امام ابوحنیفہ بیان فرمائیں اس کا تسلیم کرنا بھی واجب اور ضروری ہے ایک جگہ روایت میں تقلید ہے اور ایک جگہ درایت میں تقلید ہے۔

جس شخص کو حق تعالےٰ نے قوتِ اجتہادیہ عطا فرمائی ہو اس کو تقلید جائز نہیں اس کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے اور جو شخص اجتہاد کے درجہ کو نہ پہنچا اس کے لئے اجتہاد جائز نہیں اس پر تقلید واجب ہے۔ ع

چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش

علم طب اور علم ریاضی میں ہر شخص اپنے سے اعلم اور افضل کے اتباع کو عین عقل اور دانائی سمجھتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ دین میں اپنے سے اعلم اور اتقیٰ کے اتباع کو ناجائز اور شرک سمجھا جائے۔ تقلید ایک امر فطری ہے۔ جو شخص اپنے سے اعلم اور افضل کے اتباع کو موجب عار سمجھے وہ

ہیں کمال سے عاری اور محروم رہتا ہے کوئی کمال بدون تقلید کے حاصل نہیں ہو سکتا معمولی صنعت اور حرفت میں بھی بغیر تقلید کے کام نہیں چلتا۔
افسوس کہ جو حضرات ائمۂ مجتہدین باہر نا کے مصداق ہوں ان کی تقلید اور اتباع کو شرک کہا جائے اور اپنے فہم ناقص اور ہوائے نفس کے اتباع کو عین توحید سمجھا جائے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

جس طرح غیر طبیب کو طبیب کا اتباع لازمی ہے۔ اسی طرح غیر مجتہد کو مجتہد کا اتباع لازم ہے۔ جو شخص طبیب نہ ہو اس کو جائز نہیں کہ وہ محض اردو تراجم دیکھکر اپنا یا کسی مریض کا علاج کر سکے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ مجرم قرار پائے گا۔ جو شخص اردو تراجم دیکھکر علاج کرنے کے لیئے تیار ہو جائے وہ تو نادان ہے ہی لیکن جو ایسے نادان سے معالجہ کرانے کے لئے تیار ہو جائے وہ اس سے بڑھ کر نادان ہے کہ اپنی صحت کو خطرہ میں ڈال رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ دونوں کو ہدایت دے اور ایسے معالج اور معالج دونوں پر اللہ رحم فرمائے آمین۔

ہر مسلمان اس امر کو بخوبی جانتا ہے کہ تمام امور میں اصل حکم احکم الحاکمین کا ہے ان الحکم الا للہ اور حق تعالےٰ ہی حاکم مطلق ہے جس کی اطاعت اور اتباع ہر شخص پر فرض اور لازم ہے اور انبیاء و مرسلین کے احکام اس لئے واجب التسلیم ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کے خلیفہ اور نائب اور فرستادہ ہیں اور احکام خداوندی کے مبلغ ہیں خالق اور مخلوق کے

درمیان واسطہ ہیں وہ اگر اپنی رائے اور اجتہاد سے بھی کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ بھی درپردہ وحی ہوتی ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی۔ حضرات انبیاء کی رائے اور ان کا اجتہاد۔ وحی خفی اور وحی باطن ہوتا ہے اسی وجہ سے قرآن کریم میں انبیاء کرام کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا قرار دیا گیا۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم اور سب جانتے ہیں کہ یہ کہنا کہ نبی کا حکم بعینہ حکم خدا ہوتا ہے یہ شرک فی الحکومت اور شرک فی الالوہیت اور شرک فی الربوبیت نہیں۔ اس لئے کہ کوئی مسلمان بھی نبی کو خدا تعالیٰ کی طرح حاکم مطلق اور حاکم مستقل نہیں سمجھتا بلکہ حکم خداوندی کا مبلغ اور شارح سمجھتا ہے۔ اسی طرح انبیاء کے بعد انبیاء کرام کے وارثین اور نائبین اور اولی الامر یعنی خلفاء راشدین اور علماء ربانین اور ائمہ مجتہدین کی اطاعت اور اتباع کو شرک فی الرسالت اور شرک فی النبوت نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ ائمہ دین جو کچھ بھی اجتہاد اور استنباط کرتے ہیں وہ سب کچھ کتاب وسنت ہی سے ماخوذ ہوتا ہے۔

پس جس طرح انبیاء کرام کی اطاعت عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہے اسی طرح ائمہ دین کی اطاعت بھی بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول ہی کی اطاعت ہے اور اسی اطاعت کا نام اصطلاح فقہ میں تقلید ہے یعنی ائمہ دین کے واسطے سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور اتباع۔

اور جس طرح حکام ماتحت کی اطاعت سراسر حکام بالادست کی اطاعت سمجھی جاتی ہے اسی طرح انبیاء کرام اور پھر اولی الامر کی اطاعت بعینہٖ اطاعتِ خداوند جل جلالہ تصور کی جائے گی اور اولی الامر یعنی خلفاء راشدین اور ائمہ مستنبطین کی اطاعت کو اطاعتِ خداوندی سے خارج سمجھنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ کوئی کم فہم، حکام ماتحت کے احکام کی اطاعت کو حکام بالادست کے اطاعت سے خارج سمجھنے لگے ہاں اگر کوئی نادان کسی امام کی اس خیال سے تقلید کرے کہ ان احکام کا واضع اور شارع درحقیقت یہی امام ہے اور اس کو اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہے حلال کرے اور جس کو چاہے حرام کرے تو یہ تقلید بلاشبہ حرام بلکہ شرک اور کفر ہوگی۔ چونکہ اس قسم کی تقلید یہود اور نصاریٰ میں موجود تھی اس لئے قرآن نے اس کی مذمت کی۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ ایسی ہی تقلید کے بارے میں ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص کسی امام اور مجتہد کی بایں خیال تقلید کرے کہ یہ شخص اپنے نورِ فہم اور نورِ تقویٰ سے احکام شریعت کا شارح ہے معاذاللہ احکام کا واضع اور شارع نہیں بلکہ ہمارے اور شارع علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے درمیان صرف واسطہ فی البیان اور واسطہ فی التفہیم ہے تو ایسی تقلید فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون پر عمل کرنا ہے۔ ایسی تقلید کو کون شرک کہہ سکتا ہے۔ ائمہ اربعہ جن کے اجتہاد اور استنباط کا ماخذ ادلہ شرعیہ ہیں ان کی تقلید کو مشرکین مکہ کی تقلید پر قیاس کرنا صریح نادانی ہے مشرکین مکہ جن آباؤ اجداد کی تقلید کرتے تھے وہ لا یعقلون شیئا ولا یھتدون کا

مصداق تھے اور خلاف ما انزل اللہ کی لوگوں کو تلقین کرتے ہیں۔ بخلاف ائمہ اربعہ کے کہ وہ سب کے سب عاقل اور مہتدی تھے اور ما انزل اللہ کے تبع اور اس کے مفسر اور شارح تھے اور ائمہ مجتہدین کی تقلید یہی تقلید آبائی ہو گی جیسا کہ قرآنِ کریم میں تقلید آبائی کے متعلق یوسف علیہ السلام کا یہ لفظ آیا ہے واتبعت ملۃ آبائی ابراھیم واسحاق ویعقوب تو کیا کوئی نادان ایسے آبا و اجداد کی تقلید کو شرک کہہ سکتا ہے اور حدیث میں ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور قرآنِ کریم سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جو شخص باقاعدہ عالم نہیں اور قرآن و حدیث سے احکام کے استنباط کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کے لئے یہ ہرگز ہرگز روا نہیں کہ وہ اپنے ناقص اور ناتمام فہم کی تقلید کرے۔ ہر عاقل پر یہ بات واضح ہے کہ تشخیص مرض اور تجویز نسخہ میں حکیم حاذق کے مقابلہ میں نیم حکیم کی رائے کا کیا اعتبار ہے چہ جائیکہ مریض خود اپنا علاج کرنے لگے۔

وجوب تقلید کے دلائل

شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ نے عقد الجید میں امام بغوی سے نقل کیا ہے کہ شروطِ اجتہاد پانچ ہیں اور جس میں اجتہاد کی ایک شرط بھی مفقود ہو جائے اس کو تقلید کے سوا چارہ نہیں۔ اب ہم وجوب تقلید کے دلائل ھدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

آیتِ اولیٰ قال تعالیٰ فاسئلوا اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے

اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ دریافت کرلو۔

معلوم ہوا کہ جو شخص نہ جانتا ہو اور اس کو علم نہ ہو تو اس پر یہ فرض ہے کہ جاننے والے سے پوچھ کر عمل کرے اور یہی تقلید ہے جاننا چاہیئے کہ آیت میں اہل الذکر سے عموم اور استغراق یعنی اہل الذکر کے تمام افراد مراد نہیں اس لئے کہ تمام افراد سے دریافت کرنا ناممکن ہے۔

دوم یہ کہ اہل الذکر میں اختلاف فہم کی وجہ سے اختلاف ہونا لازم ہے پس اگر سب کا اتباع کیا جائے تو اجتماع نقیضین لازم آئے لہذا اہل الذکر اس جنس کے حکم میں قرار دینا لازم ہوگا کہ جو واحد اور متعدد سب کو شامل ہو یعنی وہ مسئول خواہ واحد ہو اور خواہ متعدد ہو پہلی صورت کا نام تقلید شخصی ہے اور دوسری صورت کا نام تقلید غیر شخصی ہے۔ یہ آیت اگرچہ اہلِ کتاب کے بارہ میں نازل ہوئی مگر باتفاق علماء اعتبار عموم معنی کا ہے نہ کہ خصوص مبنیٰ کا اس لیئے کہ علت سوال کی دونوں جگہ مشترک ہے جس طرح مشرکین کو عدم علم کی وجہ سے علماء اہلِ کتاب سے دریافت کرنے کا حکم ہوا اسی طرح غیر عالم مسلمان کو امور دینیہ میں عالم کی طرف رجوع کرنا ضروری اور واجب ہوا اور جس طرح مشرکین کو تین چار علماء اہل کتاب سے دریافت کرنا ضروری نہیں ایک یہودی یا ایک نصرانی عالم سے بھی دریافت کرکے تشفی کر سکتے ہیں اسی طرح اہلِ اسلام پر ضروری نہیں کہ وہ متعدد علماء ہی سے مسائل دریافت کیا کریں۔ ایک ہی عالم سے اگر مسائل دریافت کیا کریں تو اس آیت کے عامل سمجھے جائیں گے

اس آیت سے مطلق تقلید کی فرضیت معلوم ہوتی ہے لہٰذا مطلق کے تمام افراد فرضیت میں مساوی اور برابر کے ہوں گے اور اکثر اہلِ حدیث مطلق کی فرضیت کے قائل بھی ہیں اور ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ مطلق تقلید کے دو فرد ہیں ایک شخصی اور ایک غیر شخصی۔ لہٰذا جب مطلق تقلید فرض ہوئی تو اس کا ہر فرد علی البدلیۃ فرض کا مصداق ہوگا ماموربہ کے تمام افراد ماموربہ ہونے چاہئیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ماموربہ کے بعض افراد تو فرض اور واجب ہوں اور بعض افراد شرک اور حرام ہوں اس لئے کہ حرام اور منہی عنہ کا ماموربہ کے تحت میں مندرج ہونا عقلاً اور نقلاً محال ہے کیونکہ تقسیم الشئی کا قسیماً منہ ہونا لازم آتا ہے جو مستلزم ہے اجتماع نقیضین کو۔ حق تعالیٰ نے اس آیت میں ایک اصولی مسئلہ کی تعلیم دی کہ جو لوگ خود قرآن و حدیث کے غوامض نہیں سمجھ سکتے وہ اہلِ علم سے احکامِ الٰہیہ دریافت کریں اور ان کی تقلید کریں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ باتفاق علماء اہل الذکر سے اس آیت میں اہلِ علم مراد ہیں جس کا بہترین مصداق فقہا مستنبطین اور آئمہ مجتہدین ہیں یہی وجہ ہے کہ اکابر محدثین و مفسرین ہمیشہ آئمہ اربعہ ہی کی طرف رجوع کرتے رہے۔

آیت دوم قال تعالیٰ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔

اولی الامر کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حکام مراد ہیں اور

بعض کہتے ہیں کہ علماء اور فقہاء مراد ہیں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور جابر بن عبد اللہؓ اور حسن بصری اور ابو العالیہ اور عطاء بن ابی رباح اور ضحاک اور مجاہد سے مروی ہے کہ اولوا الامر سے علماء مراد ہیں اور ایک روایت امام احمد بن حنبل سے بھی یہی ہے کہ اولوا الامر سے مراد علماء ہیں (کذا فی اعلام الموقعین ص۱ جلد۱، قاضی ابو بکر ابن العربی احکام القرآن ص۱۸۰ جلد ۱ میں)

قولہ تعالیٰ واولی الامر منکم فیہا قولان الاول قال میمون بن مہران هم اصحاب السرایا وروی فی ذالک حدیثا وهو اختیار البخاری وروی عن ابن عباس انہا نزلت فی عبد اللہ بن حذافہ اذ بعثہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سریۃ۔

اولی الامر کے بارے میں دو قول نقل کئے ہیں اول یہ کہ اس سے حکام اور امراء لشکر مراد ہیں اور ایک حدیث بھی آئی ہے اور اسی قول کو امام بخاری نے اختیار فرمایا اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن حذافہ کو امیر لشکر بنا کر بھیجا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی

الثانی۔ قال جابر هم العلماء وبہ قال اکثر التابعین واختارہ مالک قال مطرف وابن مسلمۃ سمعنا مالکا یقول هم العلماء وقال خالد بن نزار وقفت علی مالک فقلت یا ابا عبد اللہ

دوسرا قول یہ ہے کہ اولی الامر سے علماء مراد ہیں اور اکثر تابعین اور اسی کے قائل ہیں اور امام مالکؒ نے اسی کو اختیار فرمایا مطرف اور ابن مسلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے امام مالک کو کہتے سنا کہ علماء مراد ہیں خالد بن نزار کہتے ہیں

ما تقول فی قوله تعالے واولی
الامر منکم قال وکان محتبیا
فحل حبوته وکان عنده اصحاب
الحدیث فقلب عینیه فی وجهی
وعلمت ما ارادوا نما عنی اهل
العلم واختاره الطبری واحتج
بقوله صلی الله علیه وسلم
من اطاع امری فقد اطاعنی
الحدیث والصحیح عندی
انهم الامراء والعلماء جمیعا
اما الامراء فلان اصل
الامر منهم والحکم الیهم واما
العلماء فلان سوالهم واجب
متعین علی الخلق وجوابهم لازم
وامتثال فتواهم وقد قدمنا
ان کل هؤلاء حاکم وقد سماهم
الله تعالی بذلک فقال یحکم
بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا
لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَالرَّبَّانِیُّوْنَ

کہ میں نے امام مالکؒ سے اولی امر کے
متعلق دریافت کیا۔ آپ گوٹ لگائے
ہوئے بیٹھے ہوئے تھے کھل کر بیٹھ گئے
اور آپ کی مجلس میں اصحاب حدیث
یعنی علماء موجود تھے امام مالکؒ نے
میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا میں سمجھ
گیا کہ اہل علم مراد ہیں اور اسی کو امام
طبری نے اختیار فرمایا اور اسی حدیث
سے استدلال کیا کہ جس نے میرے
حکم کو مانا اس نے میری اطاعت کی
اور صحیح اور راجح یہ ہے کہ اولی الامر
سے امراء اور علماء دونوں ہی مراد
ہیں امراء تو اس لئے کہ وہ حکم دیتے ہیں
اور علماء اس لئے کہ مخلوق پر ان سے
دریافت کرنا ضروری اور فرض ہے
اور ان کے فتوے پر عمل کرنا واجب
اور ضروری ہے اور علماء کو بھی اللہ
تعالے نے حاکم فرما دیا ہے۔ چنانچہ
فرماتے ہیں کہ انبیاء اللہ اور اہل اللہ

وَالْاَحْبَارُ فاخبر تعالیٰ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاکم والربانی حاکم الحبر حاکم والامر کلہ یرجع الی العلماء لان الامر قد افضی الی الجہال وتعین علیہم سوال العلماء انتھی	اور علماء یہودیوں کو توریت کے مطابق حکم دیا کرتے تھے پس اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں یہ بتلادیا کہ نبی بھی حاکم ہوتا ہے اور اللہ والا یعنی ولی وہ بھی حاکم ہوتا ہے اور عالم بھی حاکم ہوتا ہے غرض یہ کہ معاملہ علماء ہی کی طرف لوٹتا ہے اس لئے حکام جاہل ان پر واجب ہے کہ علماء سے پوچھکر فیصلہ کریں۔ انتھی۔

امام ابوبکر رازی اور حافظ ابن کثیر نے بھی اختیار کیا کہ اولی الامر عام ہے امراء اور علماء دونوں کو شامل ہے امور دنیاویہ میں امراء کی اطاعت لازم ہے اور امور دینیہ میں علماء کی اطاعت فرض ہے۔ ظاہر شریعت میں علماء کی شریعت کی اور باطن شریعت میں مشائخ طریقت کی اتباع ضروری ہے اور اپنے عمل کو کسی کے فتوے کے تابع کر دینے ہی کا نام تقلید ہے، اور اگر بالفرض اولی الامر سے خاص حکام ہی مراد ہوں تب بھی آیت سے تقلید کا وجوب ثابت ہوگا اس لئے کہ عوام حکام کے تابع ہیں اور تابع کا تابع بھی تابع ہوتا ہے۔ یا یوں کہو کہ علماء حکام کے متبوع ہیں اور حکام اور عوام کے متبوع ہیں اور متبوع کا متبوع بھی متبوع ہوتا ہے فافہم ذلک واستقم۔

آیت سوم قال تعالیٰ ولو ردوہ الی الرسول والیٰ اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم

اگر یہ لوگ اس امر کو رسول کے اور اولی الامر کے حوالہ کرتے تو جو لوگ اہل فقہ اور اہل استنباط ہیں وہ سمجھ کر ان کو بتلادیتے کہ کونسی خبر قابل ذکر ہے اور کونسی ناقابلِ ذکر۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ استنباط کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں ان پر اہل فقہ اور اہل استنباط کی تقلید ضروری ہے تفصیل کے لئے امام رازی کے تفسیر اور احکام القرآن للجصاص کی طرف مراجعت فرمائیں۔

آیت چہارم قال تعالیٰ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

کیوں نہ نکلے ہر فرقہ میں سے ایک جماعت تاکہ فقہ فی الدین کو حاصل کرے اور جب واپس آئے تو اپنی قوم کو ہشیار و بیدار کرے تاکہ وہ دین کی باتوں کو سن کر اللہ کی نافرمانی سے بچیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ان لوگوں پر دین سیکھنے کے بعد اپنی قوم کو وعظ اور انذار ضروری ہے اور قوم پر ان کا قول ماننا اور اتباع ضروری ہے اور بسا اوقات یہ علم دین سیکھ کر واپس ہونے والا ایک ہی شخص ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایک شخص کا اتباع تقلید شخصی ہی ہوگا۔

آیت پنجم | قال تعالیٰ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ۔

اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو لوگوں کو ہماری راہ پر چلاتے تھے جب انھوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر پورا یقین رکھتے تھے۔

اور حدیث میں ہے انما جعل الامام لیوتم بہ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا اور اتباع کی جائے۔

اب ہم چند احادیث در بارۂ تقلید ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

حدیث اول | عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاادری مابقاءی فیکم فاقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ بلفظ اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر

حذیفہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں کب تک تم لوگوں میں زندہ رہونگا پس میرے بعد ان دو شخصوں کا اقتداء کرنا ایک ابو بکر دوسرے عمر رضی اللہ عنہما۔

من بعدی کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد یہ دونوں خلیفہ ہوں گے ابو بکرؓ کے زمانۂ خلافت میں ابو بکرؓ کا اتباع کرنا اور عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں عمر کا اتباع کرنا اور یہ نہیں فرمایا کہ .... ان سے احکام اور مسائل کے دلائل بھی دریافت کرنا اور بلا دلیل دریافت کے کسی فتوے

پر عمل کرنا ہی تقلید شخصی ہے۔

حدیث دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو تعلیم احکام کے لئے یمن روانہ فرمایا (مفصل حدیث گذر چکی) جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اہل یمن پر ہر مسئلہ میں معاذ بن جبل کا اتباع واجب ہے اور اہل یمن کو یہ حکم نہیں دیا کہ تم معاذ سے دلیل بھی پوچھنا خصوصًا ان مسائل میں کہ جو وہ اپنی رائے سے بتلائیں اور یہی تقلید شخصی ہے۔

حدیث سوم ان العلماء ورثۃ الانبیاء علماء انبیاء کے رواہ ابوداؤد والترمذی وارث ہیں۔

پس جس طرح نبی کا اتباع فرض اور لازم ہے اسی طرح اس نبی کے وارث کا اتباع بھی لازم ہے۔ انبیاء کی میراث شریعت کا علم ہے علماء کا اتباع اور اقتداء اس لئے فرض ہے کہ وہ علم شریعت کے وارث ہیں اور شریعت کا اتباع فرض ہے جو شخص کسی صحیح وارث اور صحیح عالم دین کی تقلید کرے گا وہ نبی اور رسول ہی کا تبع سمجھا جائے گا جیسے رسول کا اتباع کرنے والا اللہ ہی کا مطیع اور فرماں بردار سمجھا جاتا ہے کما قال تعالےٰ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

عہد صحابہ و تابعین میں تقلید شخصی کا ثبوت

کتاب وسنت کی نصوص سے یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ مطلق تقلید فرض ہے جس کے دو فرد ہیں ایک شخصی اور ایک غیر شخصی اور کتاب وسنت میں کہیں یہ حکم نہیں آیا کہ کسی عالم اور مفتی سے بغیر دلیل معلوم کئے ہوئے اس کے فتوی پر عمل کرنا جائز نہیں صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں اسی طرح عمل رہا کہ سائل کے جواب میں عالم نے جو کچھ حکم دیا دلیل سے یا بلا دلیل کے سائل نے اس پر عمل کیا اور عدم دلیل کی صورت میں عالم سے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جو صحابی یا تابعی کسی شہر میں رہتا لوگ اسی سے فتوی پوچھ کر اس پر عمل کرتے اور فتوے کا ماخذ اور دلیل نہیں دریافت کرتے تھے معلوم ہوا کہ مستفتی کو بلا دلیل اور بلا ماخذ معلوم کئے ہوئے کسی مستند عالم کے فتوے پر عمل کرنا بالاجماع جائز ہے۔

قال ابن الحاجب لم تزل العلماء یستفتون من غیر ابداء المستند وذاع وشاع ولم ینکر علیھم فکان اجماعا۔ انتھی کذا فی تمتع اھل الزیغ دالالحاد ص۵۳

ابن حاجب کہتے ہیں کہ ہمیشہ سے طریق یہ رہا ہے کہ علماء سے فتوی دریافت کیا جاتا اور اور وہ فتوی دیتے اور لوگ بلا دلیل معلوم کے ان کا اتباع کرتے اور یہ امر شائع اور ذائع رہا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا پس تمام علماء کا اجماع ہو گیا کہ تقلید شخصی بالکل صحیح اور درست ہے۔

خلاصہ کلام

یہ کہ مطلق تقلید فرض ہے جس کے دو فرد ہیں ایک شخصی اور غیر شخصی۔ اور چونکہ دونوں ایک ہی جنس کے دو فرد ہیں لہذا دونوں ہی فرض ہونگے۔ یہ ناممکن ہے کہ جنس فرض کے دو فردوں میں سے ایک فرد تو فرض ہوا اور دوسرا فرد (یعنی تقلید شخصی) مباح ہو۔ فرض اور مباح دو نوعین متباینین ہیں اور ایک مباین کا دوسرے مباین کے تحت میں مندرج ہونا عقلاً محال ہے جس طرح حرف، اسم کی قسم نہیں بن سکتا اسی طرح کوئی مباح کسی فرض اور واجب کا فرد اور قسم نہیں بن سکتا معلوم ہوا کہ مطلق تقلید کے فرض ماننے کے بعد اس کے ایک فرد یعنی تقلید شخصی کو مباح کہنا سراسر خطا فہم ہے مگر چونکہ مطلق تقلید کے امتثال میں اختیار ہے کہ جس فرد کو چاہے اختیار کر دو تو عاصی نہ ہوگے اس لئے صرف اس تخییر کو مجازاً مباح کہا جا سکتا ہے نہ یہ کہ تقلید شخصی بذاتہ مباح ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ مطلق کفارہ قسم فرض ہے مگر اطعام اور کسوۃ اور اعتاق رقبہ میں تخییر ہے کہ جس طرح چاہے ادا کر دو مطلق کفارہ کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤ گے اور جو صورت بھی اختیار کرو گے وہ فرض ہی ہوگا نہ کہ مباح اور جیسے مطلق ضحیہ (قربانی) واجب ہے مگر یہ اختیار ہے کہ چاہے ایک بکرا دیدو یا گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ دیدو۔ بہرحال جس طرح بھی قربانی کرو گے واجب ہی ادا ہوگا۔

صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں دونوں قسم کی تقلید ہوتی رہی اور مطلق تقلید کے دونوں فردوں پر عمل ہوتا رہا کوئی تقلید شخصی کرتا تھا اور کوئی غیر شخصی اور کوئی شخص تقلید شخصی کرنے والوں کو باطل اور گمراہی پر نہیں سمجھتا تھا۔

اہل علم پر مخفی نہیں کہ قبائل عرب کی زبانیں اگرچہ عربی ہونے میں مشترک تھیں مگر باوجود اس اشتراک کے کچھ مختلف بھی تھیں جیسے دہلی اور لکھنؤ اور پورب اور پچھم کی زبانیں اردو ہونے میں مشترک ہیں مگر باہم مختلف بھی ہیں اس لئے احادیث صحیحہ میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالےٰ سے دعا کی کہ قبائل عرب کو اپنی اپنی لغت اور اپنی اپنی زبان میں قرآن کریم پڑھنے کی اجازت دی جائے تاکہ کسی قبیلہ کو پڑھنے میں مشقت نہ ہو آپ کی اس استدعا پر قرآن کریم سات لغات پر نازل ہوا اور آپ کے عہد نبوت میں ساتوں لغتوں میں پڑھا جاتا رہا۔ مگر جب حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں دائرہ فتوحات وسیع ہوا اور قرآن کریم عجم میں شائع ہوا تو اس وقت لغات سبعہ کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا اس لئے عثمان غنی کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ لغات سبعہ جو امت کی سہولت اور آسانی کے لئے طلب کئے گئے تھے۔ مبادا امت کے تشتت اور تفرق کا سبب نہ بن جائیں اس لئے حضرت عثمان رضی نے یہ حکم دیا کہ قرآن کریم صرف لغت قریش پر پڑھا جائے جس پر اس کا نزول ہوا ہے اور بقیہ لغات پر پڑھنے اور لکھنے کی ممانعت کردی تمام صحابہ نے حضرت عثمان کے اس حکم کو بسر وچشم قبول کیا ابتداء یہ تقلید شخصی تھی

جس کی انتہا صحابہ اور تابعین کے اجماع اور اتفاق پر ہوئی۔ عہد صحابہ میں عبداللہ بن عباسؓ مکہ مکرمہ میں اور زید بن ثابت مدینہ منورہ میں اور عبداللہ بن مسعود کوفہ میں فتویٰ دیتے تھے اور تمام تابعین بلا دلیل دریافت کئے ان حضرات کے فتاوی پر عمل پیرا ہوتے تھے اور مسائل خلافیہ میں اہل مکہ عبداللہ بن عباس کے قول کو ترجیح دیتے تھے اور بلا دلیل دریافت کئے ان کے قول پر عمل کرتے تھے اور یہی سب کی عادت مستمرہ تھی کہ مسلمان اپنے اپنے شہر کے عالم اور مفتی سے مسئلہ دریافت کرتے تھے اور دلیل نہیں پوچھتے تھے اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے بخاری اور ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعری سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا اور پھر وہی مسئلہ عبداللہ بن مسعود سے دریافت کیا گیا تو عبداللہ بن مسعود نے ابو موسیٰ اشعری کے خلاف فتویٰ دیا جب ابو موسیٰؓ کو اس کا علم ہوا تو سمجھ گئے کہ صحیح فتویٰ عبداللہ بن مسعود کا ہے اور یہ فرمایا

لا تسألونی مادام ہذا الحبر فیکم۔ جب تک یہ متبحر عالم یعنی عبداللہ بن مسعود تم میں موجود رہے تو مجھ سے مت دریافت کرو۔

یعنی ہر مسئلہ ان ہی سے دریافت کیا کرو اور جو فتویٰ دیں اس پر عمل کرو اور یہی تقلید شخصی ہے۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں۔

ذھو وزید وابن عباس لھم فی الفقہ اتباع یرون قولھم

یعنی عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عباس کی فقہ میں کچھ لوگ تبیع اور مقلد ہیں جو انھیں کے قول کو ترجیح دیتے ہیں اور عہد

صحابہ کے بعد تابعین کے دور میں فقہاء سبعہ کے فتووں پر عمل ہوتا رہا اور پھر تبع تابعین کے دور میں ائمہ اربعہ پیدا ہوئے اور امت نے بلا دلیل دریافت کئے ان کے فتووں پر عمل کیا اور ان کی تقلید اور اتباع کو اپنے لئے ذریعہ ہدایت سمجھا اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہو گیا

تقلید شخصی کے فوائد اور ترک تقلید کے مفاسد

قرآن کریم اور حدیث کی بے شمار نصوص سے اتباع ہویٰ (خواہش پرستی) کی حرمت ثابت ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ احکام دینیہ میں ہوائے نفسانی کا اتباع قطعاً حرام ہے جو شخص اپنی غرض اور خواہش کو سامنے رکھ کر قرآن و حدیث میں اس کے دلائل ڈھونڈھتا ہے تو ایسا شخص قرآن و حدیث کا تبع نہیں اگرچہ اتفاقاً قرآن و حدیث میں اس کی کوئی سند مل بھی جائے بلکہ درپردہ وہ اپنی ہویٰ اور خواہش کا تبع ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتویٰ میں اس پر مبسوط کلام فرمایا ہے اور اس میں تمام امت کا اتفاق نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو شخص اپنی خواہشات کی پیروی کرنے کے لئے ائمہ مجتہدین کے مذاہب ڈھونڈھتا ہے اور اپنی ہوائے نفسانی پر عمل پیرا ہونے کے لئے اس کو کسی حدیث یا کسی امام کی طرف منسوب کرتا ہے تو ایسا شخص خدا و رسول کا تبع نہیں بلکہ اپنی ہوائے نفس کا تبع ہے اور اپنے نفس کی تقلید شخصی میں گرفتار ہے۔ اور ایسا کرنا بلاشبہ دین کو ایک تماشہ

اور کھلونا بنانا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

وھؤلاء فی وقت یقلدون من یفسدہ وفی وقت یقلدون من یصححہ بحسب الغرض والھوی۔

اور یہ لوگ تقلید شخصی کے قائل نہیں کسی وقت تو اس امام کی تقلید کرتے ہیں جو نکاح کو فاسد قرار دیتا ہو اور کسی وقت اس امام کی تقلید کرتے ہیں جو اس نکاح کو صحیح قرار دیتا ہو اور یہ محض اپنی غرض اور ہوائے نفسانی کی وجہ سے ہے۔

ومثل ھذا لایجوز باتفاق الامۃ ثم قال بعد ثلاثۃ اسطر ونظیر ھذا ان یعتقد الرجل ثبوت شفعۃ الجوار اذا کان طالبا لھا وعدم ثبوتھا اذا کان مشتریا فان ھذا لایجوز بالاجماع وکذا من بنی صحۃ ولایۃ الفاسق فی حال نکاحہ وبنی علی فساد ولایتہ حال طلاقہ لم یجز ذلک باجماع المسلمین

اور ایسا کرنا باتفاق امت ناجائز ہے پھر تین سطر بعد فرماتے ہیں۔ اور اس کی نظیر یہ ہے کہ یہ شخص جس وقت خود حق شفعہ کا طالب ہو تو اس وقت امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق شفعۂ جوار کے جواز اور ثبوت کا اعتقاد ظاہر کرے اور اگر خود مشتری ہو اور دوسرا شخص طالب شفعہ ہو تو اس وقت امام شافعی کے مذہب کے مطابق شفعۂ جوار کا منکر اور اس کے عدم ثبوت کا معتقد بن جائے اور ایسا ہی وہ شخص ہے کہ جو بحالتِ قیام نکاح ولایت فاسق کی صحت کا قائل ہو اور منافع نکاح سے

ولو قال المستفتی المعین انا لم اکن اعرف ذلک وانا الیوم التزم ذلک لم یکن من ذلک لان ذلک یفتح باب التلاعب بالدین ویفتح الذریعۃ الی ان یکون التحریم والتحلیل بحسب الاھواء۔
فتاوی ابن تیمیہ جلد ثانی ص۲۴ وص۱۴۱ جلد ۲

متشفع ہوتا رہے اور جب طلاق مغلظ دیدے تو حرمت مغلظہ سے بچنے کے لئے ولایت فاسق کو کالعدم قرار دے کر اس کے ماتحت منعقد شدہ نکاح کو فاسد قرار دینے تو یہ باجماع مسلمین جائز نہیں اور ایسا ہی اگر کوئی مستفتی کہے مجھے پہلے سے اس مذہب کی خبر نہ تھی اور اب میں اس کا معتقد اور پابند ہوتا ہوں تو اس کا یہ قول قابل قبول نہ ہوگا اس لئے کہ یہ دین کو ایک کھلونہ بنانے کا دروازہ کھولتا ہے اور اس بات کا سبب اور حیلہ بنانا ہے کہ حلت و حرمت لوگوں کی خواہشوں اور اغراض کے تابع ہو جائے

اور حق جل شانہ کا ارشاد ہے ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات والارض ومن فیھن۔

مولانا محمد حسین[1] صاحب بٹالوی رئیس غیرمقلد نے اشاعت السنۃ کے نمبر ۲ جلد ۱۱ کے صفحہ ۵۳ میں لکھا ہے کہ پچیس سال کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے

---

[1] مولانا محمد حسین صاحب کا یہ کلام ہم نے کلمۃ الفصل ص۱ مصنفہ مولانا مولوی عبد الغنی صاحب خطیب جامع رنگون سے نقل کیا ہے۔ ۱۲

تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں ان میں بعض عیسائی بن جاتے ہیں اور بعض لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق اور خروج تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے (انتہی)

صحابہ و تابعین کے زمانہ میں تقلید شخصی کا التزام اس لئے نہ تھا کہ قلوب نفسانیت سے پاک تھے اور اب زمانہ ہے فتنہ و فساد کا اور غلبہ ہے ہویٰ اور ہوس کا اب اگر تقلید غیر شخصی کی اجازت دیدی جائے تو اہل ہویٰ و ہوس جس مجتہد کا فتویٰ اپنی خواہش اور غرض کے مطابق پائیں گے اس کو اختیار کریں گے آج ان کو جس چیز کے جواز حاصل کرنے کی ضرورت ہے اس کے جواز حاصل کرنے کے لئے اس عالم سے فتویٰ دریافت کریں گے جس کے مذہب میں یہ چیز جائز ہے اور جب کل کو اسی چیز کی ممانعت کی ضرورت ہوئی تو اس عالم سے فتویٰ دریافت کریں گے جس کے مذہب میں وہ چیز حرام ہے اور اس طرح یُحِلُّونَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُونَهٗ عَامًا کے مصداق بنیں گے۔ ضرورت کی وجہ سے ایک سال اس کو حلال کریں گے اور دوسرے سال اس کو حرام کریں گے۔ غرض یہ کہ سہولت پسند طبیعتیں جس امام مجتہد کا مسئلہ اپنی خواہش کے موافق پائیں گی اس کو اختیار کریں گی اور باقی کو پس پشت ڈالیں گی اور اس طرح دین نفسانی خواہشوں کا ایک مجموعہ بن جائیگا بجائے اس کے کہ اپنی خواہشوں کو دین کے تابع کریں غیر شخصی تقلید کی آڑ میں دین ہی کو اپنی خواہشوں کے تابع بنائیں گے اس لئے علماء نے فتویٰ دیا کہ تقلید شخصی واجب بالغیر ہے اور تقلید غیر شخصی ممنوع ہے اس ہویٰ پرستی کے

زمانہ میں اتباع ہوی سے بچانے کا ذریعہ سوائے تقلید شخصی کے اور کوئی نہیں چنانچہ حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ سرہٗ اپنے رسالہ الانصاف صہ ۵۹ میں فرماتے ہیں۔

وبعد المأتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وكان هذا هو الواجب فى ذلك الزمان۔	دوسری صدی کے بعد لوگوں میں خاص خاص ائمہ مجتہدین کے مذہب کی پابندی یعنی تقلید شخصی شروع ہوئی اور اس زمانہ میں مذہب معین کی پابندی واجب ہوگئی۔

بالفرض اگر کتاب وسنت اور عہد صحابہ وتابعین میں کہیں بھی تقلید شخصی کا نص سےکا ثبوت نہ ہوتا تو صرف اتباع ہوی سے بچنے کے لئے تقلید شخصی کا لزوم کافی تھا۔ اس لئے کہ بغیر تقلید شخصی کے اتباع ہوی سے محفوظ رہنا عادۃً اندرین زمانہ محال ہوتا ہے مذہب واحد کا التزام ترک کردینے میں ظن غالب تلاعب فی الدین اور اتباع ہوی و غرض کا ہے لہذا مذہب واحد کا التزام اور امام معین کی تقلید واجب بالغیر ہوگی اور تقلید شخصی کا ترک ممنوع بالغیر اور موجب فتنہ ہوگا۔

غرض یہ کہ جو شخص ترک تقلید کرتا ہے وہ مطلق العنانی اور خود بینی اور خود رائی، اور سلف اور خلف پر نکتہ چینی میں مبتلا ہوتا ہے بسا اوقات اجماع کی مخالفت کرتا ہے اور حضرت عمر کو در بارہ تراویح بدعتی بتلاتا ہے اور اگر بدعتی بھی نہیں بتلاتا تو مسلمانوں کو بیس رکعت تراویح سے روکنے

کے لئے تقریری اور تحریری جد و جہد میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا۔ اور یہ نہیں سمجھتا کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان کے دور خلافت میں بیس رکعت تراویح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُصلّے پر پڑھی گئیں اور اسی پر امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا اجماع ہے جیسا کہ حافظ ابن قدامہ نے مغنی میں نقل کیا ہے۔ حضرت عمر کے زمانہ میں ہزارہا صحابہ موجود تھے کسی نے حضرت عمر کی غلطی نہ نکالی مگر آجکل کے مدعیان عمل بالحدیث نے حضرت عمر اور حضرات صحابہ اور تمام آئمہ مجتہدین کی غلطی نکالی۔ اور یہ نہیں سمجھا کہ جس حدیث میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے وہ تہجد کی رکعتیں ہیں جو رمضان اور غیر رمضان تمام سال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ تہجد اور تراویح وہ الگ الگ عبادتیں ہیں حضرت عمر اور صحابہ کرام تم سے زیادہ حدیث کو جانتے اور سمجھتے تھے۔ کیا یہ جسارت کوئی معمولی جسارت ہے کہ حضرت عمر کو در بارہ تراویح بدعتی بتلائے اور حضرت عثمان کو در بارہ اذان ثانی بدعتی بتلائے اور در بارہ تین طلاق حضرت عمر کو خاطی بتلائے۔ اور اس بارہ میں جو صحابہ کا اجماع ہوا اس سے غض بصر اور صرف نظر کرے اور آئمہ اربعہ کے اجماع کی بھی پروا نہ کرے اور امام بخاری نے صحیح بخاری میں جو تین طلاق کے واقع ہونے کا باب منعقد فرمایا ہے اس کا نام بھی نہ لے اور تین طلاق سے جو حرمت مغلظہ بنص قرآن اور احادیث صحیحہ اور اجماع صحابہ اور اتفاق آئمہ اربعہ ثابت ہے اس کو ایک ایسی شاذ روایت کے آڑے کر رد کرے جس کو تمام ائمہ حدیث اور آئمہ اجتہاد نے منسوخ

یا ترک یا مرجوع قرار دیا ہو اور مسلمانوں کو معصیت میں مبتلا کرے اور ان کی اولاد کی نسب کو مشتبہ بنائے۔ بخدا یہ نہ علم ہے اور نہ دین۔ اَللّٰھُمَّ احفظنا من ذلک آمین اور تقلید کو شرک اور مقلدوں کو مشرک اور اپنے کو موحد بتلائے اور تقلید ائمہ کو مثل رسم جاہلانِ عرب وجدنا علیہ اٰباءنا بتلائے اور ائمہ دین کو موجب تفرقۂ دینی قرار دے اور دین کو اپنی خواہش نفسانی کے تابع بنائے اور جونسی حدیث ظاہراً اپنی خواہش کے مطابق نظر آئی اس کو اختیار کر لیا۔ اور سلف صالح کو عموماً اور امام اعظم ابو حنیفہ کو خصوصاً طعن و تشنیع کے ساتھ ذکر کرے۔ یہ ہیں ترک تقلید کے کچھ مفاسد۔ اور ادنیٰ مفسدہ یہ ہے کہ تارک تقلید ائمہ مجتہدین کا اور خصوصاً فقہاء حنفیہ کا اس طرح رد کرتا ہے گویا کہ یہ مدعی عمل بالحدیث علم میں فقہاء کا ہم پلہ اور ہم سر ہے بلکہ یہ ان سے کچھ بالا اور برتر ہے اور فقہا حنفیہ اس سے کمتر ہیں کیا یہ غرور اعجاب اور استکبار نہیں جس کی مذمت سے قرآن اور حدیث بھرا پڑا ہے۔

همسری با اولیاء برداشتند — اولیا را ہمچو خود پنداشتند
بے ادب خود را نہ تنہا کرد بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

تقلید شخصی کب سے شروع ہوئی

اصل تقلید شخصی کا آغاز تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانہ ہی سے ہو گیا تھا کیونکہ جب آپ نے معاذ بن جبل کو تعلیم احکام کے لئے یمن بھیجا تو اس کا صاف مطلب یہی تھا کہ اہل یمن کے ذمہ یہ واجب ہے کہ ہر مسئلہ میں

معاذ بن جبل کی طرف رجوع کریں اور یہی تقلید شخصی ہے اور صحابہ و تابعین کے زمانہ میں برابر ہوتی رہی اور بلا دلیل دریافت کے مسلمان علماء کے فتووں پر عمل کرتے تھے یہاں تک جب دوسری صدی کی اخیر میں مجتہدین کے مذاہب مدون اور شائع ہو گئے تو اُس وقت سے مذہب معین کی پابندی اور تقلید شخصی شروع ہوئی جیسا کہ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے حجۃ اللہ البالغہ اور الانصاف میں اس کو بیان فرمایا ہے سب سے پہلے امام ابوحنیفہ کا مذہب مدون ہوا اور پھر امام مالک کا اور پھر امام شافعی کا اور پھر امام احمد بن حنبل کا اور پھر تمام امت انہی چار مذاہب میں منحصر ہو گئی

تقلید شخصی کا حکم

اس زمانہ میں تقلید شخصی واجب اور ضروری ہے یعنی ائمہ اربعہ میں سے کسی امام معین کی تقلید واجب اور ضروری ہے اور کسی شئے کا واجب اور ضروری ہونا دو طرح پر ہوتا ہے ایک تو یہ کہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ کسی چیز کا تاکیدی حکم آجائے جیسے نماز روزہ وغیرہ ایسی ضرورت کو وجوب بالذات کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کتاب و سنت میں خصوصیت کے ساتھ تو اس شئے کا کوئی حکم نہیں آیا لیکن جن چیزوں پر شریعت نے عمل کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل کرنا بغیر اس شئے کے عادۃً ممکن نہیں تو اس شئے کو بھی ضروری اور واجب قرار دیا جائے گا کیونکہ مقدمہ واجب کا

واجب ہوتا ہے ایسے ضرورت اور ایسے وجوب کو وجوب بالغیر کہتے ہیں جیسے قرآن اور حدیث کی کتابت واجب بالغیر ہے کیونکہ بغیر کتابت کے قرآن وحدیث کی عادۃً حفاظت ممکن نہیں اسی طرح تقلید شخصی کو جو ضروری اور واجب کہا گیا ہے اس سے وجوب بالغیر مراد ہے۔ وجوب بالذات مراد نہیں۔ دین کو کھیل و تماشہ بنانے اور دین کو اپنی نفسانی خواہشوں کے تابع بنانے سے اور اہل حق کے اجماع اور اتفاق کی مخالفت سے محفوظ رہنے کا ذریعہ سوائے تقلید شخصی کے کوئی نظر نہیں آتا اس لیئے فقہاء امت نے تقلید شخصی کو واجب بالغیر قرار دیا حاصل کلام یہ کہ جو شخص مرتبۂ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو اس پر امت مرحومہ کے چار مجتہدوں میں سے ایک مجتہد کی تقلید اور پیروی واجب ہے۔ شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ عقد الجید ص۳۶ میں فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کی تقلید۔ اور اتباع سواد اعظم کا اتباع ہے اور ائمہ اربعہ کی تقلید سے خروج سواد اعظم سے خروج اور شذوذ ہے۔

دعوائے عمل بالحدیث کی حقیقت

جو حضرات تقلید شخصی کے منکرین ہیں اور عمل بالحدیث کے مدعی ہیں ہم اُن سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ عمل بالحدیث سے آپ کی کیا مراد ہے آیا عمل بکل الاحادیث مراد ہے یا عمل ببعض الحدیث اگر یہ کہیں کہ ہماری مراد عمل بکل الاحادیث ہے یعنی ہم تمام حدیثوں پر عمل کرتے ہیں سو ہم یہ عرض

کریں گے کہ یہ ممکن نہیں۔ اس لئے کہ احادیث متعارضہ اور آثار مختلف ہیں سب احادیث پر عمل ناممکن ہے۔ رفع یدین اور ترک رفع یدین اور جہر آمین اور اخفاء آمین دونوں طرف احادیث اور روایات موجود ہیں۔ وغیر ذالک سب پر کیسے عمل ہو سکتا ہے جس مسئلہ میں احادیث متعارض ہو وہاں یقیناً بعض پر عمل ہوگا اور بعض کا ترک۔ لہذا ایسی صورت میں عمل بکل الاحادیث کا دعویٰ صراحتہً غلط ہوگا اور اگر یہ کہیں کہ عمل بالحدیث سے ہماری مراد عمل ببعض الاحادیث ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ اس معنی کر تو ہم حنفی اور شافعی سب ہی مقلد عامل بالحدیث ہیں پھر آپ کی کیا خصوصیت ہے کہ آپ اپنے کو تو عامل بالحدیث بتلائیں اور دوسرے کو غیر عامل اور بالحدیث بتلائیں۔ اگر آپ اس لئے عامل بالحدیث ہیں کہ عبداللہ بن عمر کی حدیث کے مطابق رفع یدین کرتے ہیں تو حنفی اور مالکی عبداللہ بن مسعود کی حدیث کے مطابق سوائے تکبیر احرام کے اور جگہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے ہیں کسی نے ابن مسعود کی حدیث پر عمل نہیں کیا کسی نے ابن عمر کی حدیث پر کسی نے ابن عمر کی حدیث کو راجح سمجھا اور کسی نے ابن مسعود کی حدیث کو راجح سمجھا اور ترجیح کا مدار ذوق پر ہے اور ایک کا ذوق اور فہم دوسرے پر حجت نہیں اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث کے مقابلہ میں بخاری اور مسلم کی حدیث کو راجح سمجھنا درست نہیں۔ بخاری اور مسلم کی ترجیح اور افضلیت اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونے پر جو علماء امت کا اتفاق ہے وہ امام بخاری

اور امام مسلم کے بعد کے آنے والے علماء پر حجت ہے۔ بخاری اور مسلم کے اساتذہ اور اساتذۃ الاساتذہ پر حجت نہیں۔ امام مالک اور شافعی اور امام احمد نے اُن احادیث سے استدلال کیا جو ان کو اپنی سند سے موصول ہوئیں جو صحیحین کی حدیثوں کے خلاف ہیں ان پر بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد کی تخریج کردہ روایات حجت نہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ تو تابعی ہیں جنھوں نے صحابہ کو دیکھا اور علماء تابعین سے علم حاصل کیا۔ امام بخاری کی اعلیٰ ترین روایات وہ کل بائیس ثلاثیات ہیں جن کو صحیح بخاری میں لائے ہیں۔ اور امام اعظم کی اکثر روایات ثنائیات ہیں یعنی جن میں ابوحنیفہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف دو واسطہ ہیں اور قلیل روایات ثلاثیات ہیں یعنی جن میں ابوحنیفہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں تین واسطے ہیں۔ اور امام اعظم کی کچھ روایات اُحادیات بھی ہیں جنمیں ابوحنیفہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف ایک صحابی کا واسطہ ہے۔

حضرات اہلِ علم اس سے امام ابوحنیفہ کے علو مقام اور بلندی رتبہ کا اندازہ کریں کہ اسناد اور روایت کے باب میں امام ابوحنیفہ کا مقام امام بخاری سے کتنا بلند ہے۔

نیز امام بخاری کی بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات مکی بن ابراہیم سے مروی ہیں اور چھ ثلاثی روایتیں ابوعاصم سے مروی ہیں اور محمد بن عبداللہ امام ابویوسف اور امام زفر کے اصحاب میں سے ہیں یعنی ابوحنیفہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اور گیارہ اور چھ اور

تین کا مجموعہ ہیں ہوا پس امام بخاری کی اعلیٰ ترین روایات یعنی بائیس ثلاثیات میں سے بیس ثلاثی روایتیں امام ابو حنیفہ کے اصاغر تلامذہ سے امام بخاری کو حاصل ہوئی ہیں۔ اور صحیح بخاری میں اور بکثرت ایسی روایتیں ہیں کہ جو امام بخاری کے اکابر اساتذہ ہیں وہ امام ابو حنیفہ کے اصاغر تلامذہ ہیں۔ حافظ شمس الدین ذہبی اور جلال الدین سیوطی نے جو امام ابو حنیفہ کے اصحاب کی فہرست دی ہے وہ زیادہ تر صحیح بخاری کی اسانید میں نظر پڑتے ہیں اہل علم کے لئے اشارہ کافی ہے اور وہ ان سوالات کے جوابات ہم کو احادیث منصوصہ صریحہ صحیحہ سے دیں۔ قیامت آجائے گی مگر وہ احادیث صریحہ سے جواب نہ دے سکیں گے۔ اب یا تو کسی امام کے قول سے جواب دیں گے تو یہ تقلید ہوئی یا یہ کہیں گے کہ شریعت میں ان مسائل کا کوئی حکم نہیں ہے تو یہ الیوم اکملت لکم دینکم کے خلاف ہو گا۔ اور یہیں سے قیاس اور استنباط کا جواز معلوم ہو گیا اس لئے کہ جب بحکم الیوم اکملت لکم دینکم۔ دین کامل ہو گیا تو یہ ناممکن ہے کہ دنیا میں کوئی صورت ایسی ہو کہ شریعت میں اس کا حکم نہ ہو اور ہر چیز کا حکم نص قرآن اور نص حدیث میں موجود نہیں لامحالہ قیاس اور استنباط سے کام لینا ہو گا کہ غیر منصوص امور کو منصوص پر قیاس کر کے حکم متعین کریں پس مدعیان عمل بالحدیث کا یہ دعویٰ کہ ہم عامل بالحدیث ہیں غلط ہو گیا ہر مسئلہ میں حدیث کا پیش کرنا ناممکن ہے۔ نیز اکثر غیر مقلد علماء بھی بجز چند مسائل کے دلائل نہیں جانتے اور جو دلائل ان کو معلوم ہوتے ہیں وہ

اکثر علماء مقلدین شافعیہ اور مالکیہ کی کتابوں سے دیکھکر یاد کرتے ہیں وہ ان کی ذاتی تحقیق نہیں ہوتی جو بھی استدلال کرتے ہیں اُس استدلال میں وہ مجتہد نہیں ہوتے بلکہ مقلد ہوتے ہیں۔

نیز مسائل منصوصہ جن کا حکم نص قرآن یا نص حدیث سے ثابت ہو بہت کم ہیں زیادہ تر مسائل اجتہادیہ اور غیر منصوصہ ہیں اور ان مسائل میں مدعیان عمل بالحدیث بھی فقہاء حنفیہ ہی کی کتابوں سے فتویٰ دیتے ہیں تو کیا بات ہے کہ فعل تقلید اور عمل تقلید تو جائز ہو اور تقلید کا نام لینا ناجائز اور شرک ہو اور اگر کوئی مدعی عمل بالحدیث یہ دعویٰ کرے کہ وہ تمام مسائل میں احادیث منصوصہ ہی پر عمل کرتا ہے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیتا ہے تو وہ ہم کو اجازت دے کہ ہم اُس کے معاملات عقود و فسوخ اجارہ و رہن و شفعہ و میراث وغیرہ کے متعلق چند سوالات ان کے سامنے پیش کریں اور وہ ان سوالات کے جوابات ہم کو احادیث منصوصہ صریحہ و صحیحہ سے دیں۔ قیامت آجائے گی مگر وہ احادیث صریحہ سے جواب نہ دے سکیں گے۔ اب یا تو کسی امام کے قول سے جواب دیں گے تو یہ تقلید ہوئی یا یہ کہیں گے کہ شریعت میں ان مسائل کا کوئی حکم نہیں ہے تو یہ الیوم اکملت لکم دینکم کے خلاف ہوگا اور یہیں سے قیاس اور استنباط کا جواز معلوم ہوگیا۔ اس لئے کہ جب بحکم الیوم اکملت لکم دینکم۔ دین کامل ہوگیا تو یہ ناممکن ہے اور دنیا میں کوئی صورت ایسی ہو کہ شریعت میں اس کا حکم نہ ہو اور ہر چیز کا حکم نص قرآن اور نص

حدیث میں موجود نہیں لامحالہ قیاس اور استنباط سے کام لینا ہوگا کہ غیر منصوص امور کو منصوص پر قیاس کر کے حکم متعین کریں پس مدعیان عمل بالحدیث کا یہ دعویٰ کہ ہم عامل بالحدیث ہیں غلط ہو گیا ہر مسئلہ میں حدیث کا پیش کرنا ناممکن ہے۔

تقلید ائمہ اربعہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں اگرچہ تقلید شخصی بھی بلا نکیر کے جاری تھی لیکن کسی خاص شخص کو تقلید کا التزام اور اہتمام نہ تھا جس کے علم اور تقویٰ پر اطمینان ہوا اس سے دین کا مسئلہ دریافت کر کے عمل کر لیا دو صدی تک اسی طرح عمل جاری رہا۔ تیسری صدی آئی اور بہت سے فقہا اور مجتہدین پیدا ہوئے اور لوگوں نے ان کا اتباع کیا ۲۰۲ھ میں داؤد ظاہری ظاہر ہوئے جنھوں نے سب سے پہلے قیاس کا انکار کیا کچھ لوگ ان کے بھی متبع ہوئے اور اسی تیسری میں مذاہب اربعہ کا شیوع اور ظہور رہا اور امت کے علماء اور صلحاء نے ان مذاہب اربعہ کو استحسان اور قبول کی نظروں سے دیکھا اسی تیسری صدی میں اوزاعی اور اسحاق بن راہویہ اور سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ اور لیث بن سعد وغیرہم کا مذہب کا بھی ظاہر ہوا اگر اس تیسری صدی کے ختم پر یہ مذاہب اور اس کے مقلدین بھی ختم ہو گئے۔ اور دنیا میں صرف امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کا مذہب اور ان کے متبعین باقی رہ گئے۔

چوتھی صدی کے شروع میں علماء ربانیین نے دیکھا کہ خیر القرون کا

زمانہ تو گذر گیا کہ جس سے چاہیں مسئلہ پوچھ کر عمل کریں۔ علم اور تقویٰ میں غیر معمولی انحطاط ہو گیا دیانت کے بجائے نفسانیت کا غلبہ ہو گیا اس لئے علماء نے مناسب نہ سمجھا کہ عوام کو ہر شخص کی تقلید اور اتباع کی اجازت دیدی جائے اور ائمہ اربعہ کا علم اور تقویٰ اور فہم اور فراست اور استنباط اجتہاد امت میں مسلم ہو چکا تھا اس لئے یہی اسلم سمجھا کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی معین امام کی تقلید کا التزام کیا جائے تاکہ لوگ اپنی خود غرضیوں اور نفسانیتوں کی وجہ سے دین کو کھیل اور تماشہ نہ بنالیں اور خدانخواستہ کہیں اس آیت کا مصداق نہ بن جائیں۔ اِتَّخَذُوا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا اور ان علماء ربانیین نے علی رؤس الاشہاد یہ اعلان کر دیا کہ ہم اجتہاد سے عاجز ہیں ہم میں نہ ابو حنیفہ اور امام مالک جیسا علم اور فہم ہے اور نہ اُن جیسا ورع اور تقویٰ ہے اور نہ اُن جیسی قوت اجتہاد اور ملکۂ استنباط ہے۔ اور مسلمانوں میں اپنی تقلید کا اعلان کر دیا کہ ہم فلاں امام کے مقلد ہیں اور عامہ مسلمین کو بھی اسی کا حکم دیا کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید کریں اور ان چار اماموں کے علاوہ اور کسی کی تقلید نہ کریں۔ اور امام الحرمین، اور امام حدیث حافظ ابن صلاح نے یہ فتویٰ دیا کہ ائمہ اربعہ۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز نہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے اور یہی شیخ عزیز الدین بن عبد السلام کی رائے ہے اس لئے کہ

(۱) ان چار اماموں کے اجتہاد پر تمام علماء امت کا اتفاق ہے اور تمام

فضلاء ملت کے نزدیک ان کا اجتہاد اور استنباط مقبول ہے (۲) اور ان حضرات کے علم اور صلاح اور تقویٰ اور فہم و فراست پر تمام امت کا اجماع ہے (۳) اور ان چاروں اماموں کا مذہب اور فقہ مدون اور منضبط ہے اور ہر مذہب کے اصول و فروع نہایت تفصیل کے ساتھ ان کی کتابوں میں مذکور اور مسطور ہیں (۴) اور ان چاروں اماموں کا مذہب تواتر کے ساتھ منقول ہے ان کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک ہر مذہب کے راوی اس قدر کثیر ہیں کہ جن کا شمار نا ممکن ہے (۵) اور جس درجہ ان ائمہ اربعہ کے مذاہب کی توضیح و تفصیل معرض ظہور میں آئی ہے عقل اس کے تصور سے قاصر ہے۔ ان ائمہ اربعہ کے مسائل میں عموم کی تخصیص۔ اور مطلق کی تقلید اور مجمل کا بیان اور شروط و قیود کی تشریح وغیرہ وغیرہ اس درجہ ہوئی ہے کہ اب اس سے زائد حیطۂ امکان سے باہر ہے (۶) اور بطور خرق عادت تمام امت انہی چار اماموں کی تقلید میں منحصر ہو گئی جو محض عنایت ربانی اور کرامت یزدانی ہے وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء (۷) اور تمام امت کے علماء کا اس پر اجماع ہو گیا کہ یہ چاروں مذہب حق ہیں اور تمام اہل سنت والجماعت ان کے پیشوا اور مقتدی ہیں۔

بخلاف اور ائمہ کے کہ نہ ان کا مذہب مدون ہوا اور نہ ان کے مذہب کے اصول و فروع و قواعد و مسائل منضبط ہوئے اور نہ ان کے فقہ کے اس درجہ راوی اور ناقل اور خادم اور شارح ہوئے اور نہ ان کا مذہب بطریق تواتر تو کیا بطریق احاد بھی منقول ہوا اور نہ ان کے اس قدر اصحاب اور اتباع ہوئے اور نہ ان کو

اس درجہ شہرت اور قبولیت حاصل ہو گئی کہ جو ائمہ اربعہ کو حاصل ہوئی۔

اس لئے تمام علماء امت اور فضلاء ملت کا اس پر اجماع ہو گیا کہ ان چار مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید اور پیروی واجب ہے اور ان چار کے علاوہ کسی اور مجتہد کی تقلید اور پیروی جائز نہیں۔ یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کا ماخذ شرح تحریر الاصول ہے۔ ص۳۵۳ و ص۳۵۴ جلد ۳ حضرات اہل علم اصل کی مراجعت فرمائیں اور یہی مضمون اجمالاً شرح منہاج الوصول الی علم الاصول ص۳۵۱ جلد ۳ میں مذکور ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ عقد الجید میں فرماتے ہیں کہ جب دنیا سے تمام مذاہب حقہ مندرس ہو گئے اور ان چار مذہب کے سوا کوئی مذہب حق باقی نہ رہا تو انہی مذاہب اربعہ کا اتباع سواد اعظم ہو گا اور مذاہب اربعہ سے خروج سواد اعظم سے خروج ہو گا۔ انتہی

یہی وجہ ہے کہ چوتھی صدی کے بعد امت محمدیہ کے تمام علماء اور صلحاء مفسرین اور محدثین نے انہی مذاہب اربعہ کو اپنا دستور العمل بنایا اور امام بخاری اور داؤد ظاہری اور ابن جریر وغیرہم (گو یہ حضرات درجہ اجتہاد رکھتے ہوں) مگر دنیا میں ان کا مذہب نہیں چلا اور نہ ان کے بعد امت میں ان کی تقلید کا سلسلہ قائم ہوا۔ اور نہ ان حضرات نے اپنے بعد کوئی ایسا اجتہادی کارنامہ چھوڑا جسے امت کے علماء و صلحاء اپنا دستور العمل قرار دے سکیں۔

صحیح بخاری جس کے اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونے پر امت کا اجماع ہے اور جس کی صدہا شروح لکھی گئیں مگر باوجود اس جلالت شان کے دنیا میں صحیح بخاری کا کوئی شارح، امام بخاری کا مقلد نہیں صحیح بخاری کا شارح کوئی حنفی ہے

اور کوئی مالکی اور کوئی شافعی اور کوئی حنبلی اور جس جگہ بھی امام بخاری نے ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کے خلاف کوئی مسلک اختیار فرمایا تو ہر شارح نے اپنے اپنے امام متبوع کی طرف سے امام بخاری کے استدلال کا کافی اور شافی جواب دیا اور اپنے امام کے مقابلہ میں امام بخاری کی تقلید اور اتباع کو اختیار نہیں کیا۔ اور دلائل و براہین سے اپنے امام کے قول کو ترجیح دی۔

نیز صحیح بخاری میں احکام شریعت کا اس قدر ذخیرہ موجود نہیں کہ ان کی تقلید کرنے والا فقہ حنفی اور فقہ مالکی اور شافعی سے بے نیاز ہو سکے جو لوگ ائمہ اربعہ کی تقلید سے گھبراتے ہیں تو کیا اگر امام بخاری کی تقلید کر کے صحیح بخاری کو اپنا دستور العمل قرار دینا چاہیں تو یہ بتلائیں کہ جب ایسے واقعات پیش آئیں اور آتے ہیں کہ جن کی بابت صحیح بخاری میں کوئی حکم نہیں تو پھر مایوس ہو کر انہیں ائمہ اربعہ کی مذہبی کتابوں کی طرف رجوع کرنے کے سوا اور کیا چارہ ہو گا۔ نیز صحیح بخاری میں بہت سے مسائل اور احکام وہ ہیں جن کو آجکل کے غیر مقلد حضرات بھی نہیں مانتے جیسے تین طلاق سے حرمت مغلظہ کا حاصل ہونا اور چار عورتوں سے زیادہ نکاح کا حرام ہونا غیر مقلدین کے نزدیک چار عورتوں سے زیادہ بھی نکاح درست اور تین طلاقوں سے ایک طلاق واقع ہونے کے قائل ہیں جو صریح کتاب وسنت اور اجماع صحابہ اور اجماع ائمہ اربعہ کے خلاف ہے غیر مقلدین کا کوئی مذہب اور مسلک متعین نہیں ایک ہی مسئلہ میں ایک ہی عالم کے مختلف فتوے ہیں ہر غیر مقلد اپنی رائے کا پابند ہے جس وقت جو سمجھ میں آجائے اسی کا نام عمل بالحدیث رکھا ہوا ہے سو بہاس مسئلوں میں امام بخاری کی تقلید بھی کریں تو دین کے باقی ہزارہا مسائل میں کیا کریں گے۔

کیا مذاہب اربعہ بدعت ہیں

حضرات شیعہ کی طرح، غیر مقلدین کا ایک گروہ مذاہب اربعہ کو بدعت بتاتا ہے کہ عہد نبوی میں مذہب حنفی اور مالکی اور شافعی اور حنبلی کا نام و نشان نہ تھا صرف ایک مذہب اسلام تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ از صـ۸۹ تا صـ۹۳ جلد ۲ شیعوں کے اس اعتراض کا مفصل جواب دیا ہے۔ حضرات اہل علم منہاج السنۃ کی مراجعت فرمائیں۔

جواب یہ ہے کہ حاشا وکلا مذاہب اربعہ بدعت نہیں بلکہ چوتھی صدی کے بعد اہلسنت والجماعت انہی چار مذاہب میں محدود ہو گئے جیسا کہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے اور شیخ ابن ہمام تحریر الاصول میں فرماتے ہیں کہ اس امر اجماع ہو گیا ہے کہ جو مذہب مذاہب اربعہ کے خلاف ہوگا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ عہد صحابہ میں اگرچہ یہ مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) نہ تھے تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں ان کا ظہور رہا مگر یہ ایسا ہے جیسا کہ سبع قراءت اور صحاح ستہ کا ظہور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں ہوا اور حنفی اور مالکی نسبت ایسی ہی ہے جیسا کہ یہ کہا جائے کہ یہ قراءت حفص کی یا حمزہ کی ہے اور یہ قراءت عاصم کی یا کسائی کی ہے۔ اور یہ حدیث بخاری کی ہے اور یہ حدیث مسلم کی ہے سب کو معلوم ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں نہ صحیح بخاری تھی اور نہ صحیح مسلم پس جس طرح بخاری اور مسلم کی طرف کسی حدیث کی نسبت باعتبار تخریج اور اسناد سکتے ہیں اور عاصم اور حمزہ کی طرف کسی قراءت کی نسبت باعتبار روایت کے ہے اسی

طرح امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی طرف نسبت کرنا باعتبار استنباط اور اجتہاد کے ہے یعنی امام اعظم نے اس حدیث کے یہ معنی بیان فرمائے اور امام شافعی نے یہ معنی بیان کئے اصل مقصود، حق تعالیٰ شانہ' اور اس کے رسول برحق کی اطاعت ہے اور ائمہ مجتہدین کی اتباع کے یہ معنی ہیں کہ ان حضرات کی تشریح اور تفسیر کے مطابق کتاب وسنت پر عمل کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی راسخ فی العلم کی تفسیر اور تفہیم کے مطابق احکام شریعت کا اتباع کرنا عین ہدایت اور عین رشد وسعادت ہے۔

پھر کیا وجہ کہ بخاری اور مسلم کی طرف نسبت تو جائز ہو اور ابو حنیفہ اور شافعی کی طرف نسبت شرک ہو۔

پس جس طرح بخاری اور مسلم اور صحاح ستہ کی احادیث لسان نبوت کی نہریں ہیں اسی طرح فقہ حنفی اور فقہ شافعی دریائے دین محمدی کی نہریں ہیں دونوں نہروں کا پانی ایک ہی دریا سے آرہا ہے۔

لہذا یہ اعتراض کرنا کہ مقلدین اپنے آپ کو حنفی اور شافعی کیوں کہتے ہیں. محمدی کیوں نہیں کہتے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی یہ کہے کہ تم اپنے کو صدیقی یا دہلوی کیوں کہتے ہو بلکہ اپنے کو آدمی یا ہندوستانی کہو تو ایسے شخص کے مقابلہ میں بجز جواب جاہلاں باشد خموشی. کیا کہا جائے۔

اور مسائل اجتہادیہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ایسا ہے جیسا کہ احادیث کی صحت اور علت میں ائمہ حدیث کا اختلاف ہے اور جس طرح موصول اور مرسل اور مرفوع اور موقوف اور صحیح اور حسن وغیرہ وغیرہ یہ اصطلاحات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھیں لیکن ائمہ حدیث نے حسب ضرورت

زمانہ کلمات نبویہ اور احادیث کے الفاظ کی حفاظت کے لئے یہ اصطلاحیں وضع کیں جو عہد نبوت میں نہ تھیں اسی طرح حضرات فقہاء نے کتاب و سنت کے معانی سمجھنے کے لئے عبارت النص اور اشارۃ النص اور ظاہر اور نص اور مفسر اور محکم وغیرہ وغیرہ کی اصطلاحات وضع کیں جو عہد نبوت میں نہ تھیں۔

پس جس طرح قواعد محدثین کی پابندی اور اتباع واجب ہے اور کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی رائے سے جس حدیث کو چاہے صحیح بتائے اور جس کو چاہے موضوع اسی طرح اصول فقہ کی پابندی اور اتباع ضروری ہے اور ہر کس و ناکس کو اس کی ہرگز اجازت نہیں کہ قرآن و حدیث کا ترجمہ دیکھکر جو چاہے معنی سمجھے اس پر عمل کرے اور دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی تبلیغ کرے اگر اصول فقہا کی پابندی ضروری نہیں تو پھر اصول حدیث کی بھی پابندی نہیں ہوگی جرح و تعدیل اور تصحیح و تضعیف میں ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے ثقہ اور صدوق بتلائے اور جس کو چاہے کذاب و دجال اور وضاع الحدیث بتائے۔

اور جس طرح ائمہ حدیث کی مساعی جمیلہ پر اطمینان کرکے احادیث کے رجال اور ان کی صحت اور ضعف کو معرض بحث میں نہیں لایا جاتا اور ان کی علمی تحقیقات پر اعتماد کرکے بلا دلیل معلوم کئے ہوئے ان کے قول کو تسلیم کر لیا جاتا ہے حالانکہ اسماء الرجال کی کتابیں اب بھی موجود ہیں۔

اسی طرح ائمہ مجتہدین کے تفقہ اور استنباط اور خداداد نور فہم اور نور فراست پر اعتماد کرکے ان کے فتاوی پر بلا دلیل معلوم کئے اور بلا جانچ و پڑتال کے

عمل کر لینا بلا شبہ صحیح اور درست ہوگا ان دونوں تقلیدوں میں اگر فرق ہے تو بتلایا جائے کہ وہ کیا فرق ہے کہ جس کی بنا پر محدثین کی تقلید تو فرض اور واجب ہوگئی اور فقہا کی تقلید شرک اور حرام ہوگئی۔

حق تعالیٰ کی کروڑہا کروڑ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں حضرات محدثین پر اور حضرات فقہا پر کسی نے ہم نابکاروں کو روایت پہنچائی اور کسی نے درایت۔ اور معانی و احکام روایت۔

جس طرح ہم ائمہ قراءت اور ائمہ تفسیر دونوں ہی کے زرخرید غلام ہیں کہ ایک گروہ نے ہم تک کلام ربانی اسی طرح بلا کم و کاست پہنچایا کہ جس طرح جبریل امین سید الاولین والآخرین پرلے کر نازل ہوئے تھے اور دوسرے گروہ نے ہمیں کلام ربانی کے حقائق اور معارف اور اس کی سحر بیانی سے ہمارے دل کی آنکھیں روشن کیں اسی طرح ہم محدثین اور فقہاء دونوں ہی کے کفش بردار اور پیروکار ہیں۔ اگر کتب حدیث نہ ہوتیں تو نبی کے اقوال و افعال کا علم کہاں سے ہوتا اور اگر کتب فقہا نہ ہوتیں تو کتاب و سنت پر عمل کیسے کرتے عمل تو بغیر معنی سمجھے ہوئے نہیں ہو سکتا۔ قرآن و حدیث کا اصل مقصود اطاعت ہے اور اطاعت کا مدار معنی پر ہے نہ لفظوں پر خوب سمجھ لو۔

ائمہ اربعہ کی تقلید پر امت کا متفق ہوجانا خداداد مقبولیت کا ثمرہ ہے

امت محمدیہ کے علماء اور صلحاء مفسرین اور محدثین کا ائمہ اربعہ کی تقلید

پر متفق ہو جانا کوئی امر عقلی نہیں اور نہ کوئی امر کسبی ہے کہ جس کو کسی سعی اور جد وجہد کا نتیجہ کہا جائے بلکہ محض فضل خداوندی اور مشیت ربانی ہے اسی نے اپنی قدرت اور حکمت سے فقہاء اور مجتہدین کو پیدا کیا اور اسی کی مشیت سے ان کے مذاہب پھیلے اور لوگوں نے ان کی تقلید کی پھر اسی کی مشیت اور حکمت اس کو مقتضی ہوئی کہ ائمہ اربعہ کو اپنے فضل اور قبول سے سرفراز فرمائے اور تمام امت انہی حضرات کی رہنمائی سے خدا تک پہنچے۔ چنانچہ رفتہ رفتہ تمام مذاہب دنیا سے معدوم ہو گئے اور حضرات ائمہ اربعہ کے مذاہب باقی رہ گئے۔ حق جل وعلیٰ نے تکوینی طور پر محدثین اور مفسرین اور اولیاء اور عارفین کے قلوب میں یہ القاء فرمایا کہ تم ہمارے ان چار مقبول بندوں میں سے کسی کا اتباع کرو یہ القاء ہوتا تھا کہ امت کے عوام اور خواص کے قلوب سمٹ کر ائمہ اربعہ پر جمع ہو گئے اور دن بدن ان کا شیوع اور قبول ہوتا رہا یہاں تک ان کے اصول وفروع منضبط ہو گئے اور روئے زمین کے تمام اہل سنت والجماعت انہی ائمہ اربعہ کے تقلید کے دائرہ میں منحصر ہو گئے اور اہل علم نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ائمہ اربعہ کی تقلید سے خروج کرے وہ اہل بدعت سے ہے اہل سنت سے نہیں جس طرح تمام امت کا صحاح ستہ پر متفق ہو جانا کسی سعی اور جد وجہد کا نتیجہ نہیں بلکہ خداداد قبولیت کا نتیجہ ہے اسی طرح تمام امت کا ائمہ اربعہ کی تقلید پر متفق ہو جانا خداداد مقبولیت کا ثمرہ ہے لہذا یہ سوال کرنا کہ تقلید انہی چار میں کیوں منحصر ہوئی ایسا ہی

ہے کہ خلافت راشدہ خلفاء اربعہ ہی میں کیوں منحصر ہوئی۔ اور ملائکہ مقربین چار ہی میں کیوں منحصر ہیں جواب یہ ہے کہ محض فضل ربانی اور قبول یزدانی ہے اس میں کسی توجیہ اور دلیل کی گنجائش نہیں۔ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاءْ لَمْ یَکُنْ۔

اجتہاد امر وہبی ہے اور تقلید امر کسبی

اجتہاد کی ہر شرط اگرچہ من وجہ وہبی ہے۔ مگر فہم و فراست اور ملکۂ استنباط کہ جس کے ذریعہ سے کتاب و سنت کے حقائق اور معارف اور دقائق و لطائف کا انکشاف ہوتا ہے وہ محض عطیہ ہے وہ کسی مجاہدہ اور ریاضت اور کسب اور محنت سے حاصل نہیں ہو سکتا البتہ تقلید امر کسبی اور فعل اختیاری ہے۔

اجتہاد ختم ہو گیا اور تقلید قیامت تک کے لئے باقی رہ گئی۔

گذشتہ اوراق میں یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ دین کا دارومدار دو چیزوں پر ہے ایک نقل صحیح اور ایک فہم صحیح حضرات محدثین نے پہلی خدمت اور حضرات مجتہدین نے دوسری خدمت انجام دی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً سو سال تک سلسلہ اس طرح جاری رہا کہ صحابۂ کرام حدیثیں بیان کرتے اور لوگ اُن کو اپنے دلوں کی تختیوں پر کندہ کر لیتے اور جو فتوی دیتے دل و جان سے اس کا اتباع کرتے۔ صحابہ کا قرن قریب الختم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے علماء امت کے دلوں میں تدوینِ حدیث کا خیال القاء فرمایا

یکایک حضرات محدثین کا گروہ الفاظ حدیث کے جمع اور تدوین کی طرف اور حضرات فقہاء اور ائمہ مجتہدین کا گروہ استنباط احکام اور تدوین فقہ کی طرف متوجہ ہوا۔

دوسری صدی کے شروع میں ان دونوں سلسلوں کا آغاز ہوا۔ منجانب اللہ ایک گروہ الفاظ شریعت کی حفاظت میں مشغول ہوا اور دوسرا گروہ شریعت کے اغراض اور مقاصد اصول اور کلیات کے استنباط کی طرف متوجہ ہوا۔

مدینہ منورہ میں امام مالک موطا کی تالیف میں مشغول ہوئے اور جس طرح موطا امام مالکؒ تمام کتب حدیث کے لئے سنگ بنیاد بنا اسی طرح فقہ ابوحنیفہ تمام فقہا کے لئے مشعل راہ بنا۔ اور چونکہ تکوینی طور پر ان دونوں سلسلوں سے شریعت حقہ کی الفاظ اور معنی کے روایۃً اور درایۃً حفاظت مقصود تھی اس لئے من جانب اللہ اسی دوسری صدی کے شروع میں اصمعی اور خلیل بن احمد اور سیبویہ اور کسائی پیدا ہوئے تاکہ علوم عربیت لغت اور اشتقاق اور نحو وغیرہ مدون ہو کہ جن کے بغیر کتاب وسنت کا سمجھنا ناممکن ہے محدثین نے متونِ حدیث اور اسانید اور اسماء رجال اور جرح وتعدیل میں کتابیں اور جوامع اور سنن اور اسانید اور معاجم کے ڈھیر لگا دیئے۔ فقہاء نے اصول اور کلیات کا استنباط کیا اور شریعت کے مقاصد اور مصالح کو واضح کیا دفتر کے دفتر مسائل تفسیر کے تیار ہو گئے۔

تیسری صدی کے ختم تک حدیث اور فقہ کی تدوین حد کمال کو پہنچ گئی اور مشیت خداوندی کا جو منشا تھا وہ پورا ہوگیا اور دین کی ضرورت مکمل ہوگئی نہ اب احمد بن حنبل اور بخاری جیسے حافظہ کی ضرورت رہی اور نہ ابوحنیفہ اور مالک جیسے فہم و فراست کی ضرورت رہی تکوینی طور پر دن بدن حافظہ اور فہم میں انحطاط شروع ہوگیا۔

منتہائے کمال نقصان است

گل بریزد بوقت سبز الی

بمقتضائے عقل اور نقل راستے دو ہی ہیں ایک اجتہاد اور دوسرا تقلید اجتہاد ختم ہوگیا اور تقلید قیامت تک کے لئے باقی رہ گئی جس طرح کسی نئی حدیث اور نئی جرح و تعدیل کی ضرورت نہیں اسی طرح اب کسی نئے فقہ کی ضرورت نہیں۔ ہم نے کوئی اجتہاد اور استنباط کا دروازہ نہیں بند کیا ہم کون ہیں اور کیا ہیں اور ہمارے اختیار میں کیا ہے ہمارا اگر کچھ اختیار چلتا تو بخاری اور مسلم جیسا حافظہ ختم ہونے دیتے اور نہ ابوحنیفہ اور مالک جیسے اجتہاد اور استنباط کا دروازہ بند ہونے دیتے یہ سب کچھ من جانب اللہ ہے اسی کی مشیت نے بخاری اور مسلم جیسے حافظہ کو ختم کیا اور اسی کے ارادہ نے ابوحنیفہ اور مالک جیسے تفقہ اور استنباط کو دنیا سے اٹھایا سب مطمئن رہیں کہ اب وہ حافظہ لوٹ کر آئے گا اور نہ وہ فہم و فراست واپس آئے گی اب تو قیامت تک تقلید ہی کرنی ہوگی۔ اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ اجتہاد کوئی نبوت نہیں جو ختم ہوگئی ہو

ہم بھی اجتہاد کر سکتے ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ قوتِ اجتہادیہ نبوت نہیں لیکن قوت حافظہ بھی نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی۔ اسی طرح قوت اجتہادیہ بھی اگرچہ نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی الغرض جب یہ ثابت ہو گیا کہ اب نہ وہ فہم ہے اور نہ وہ حافظہ ہے اور نہ وہ وَرع اور تقویٰ ہے تو پھر اس ماننے میں کیا مانع ہے کہ اجتہاد ختم ہو گیا۔

طریقۂ امتحان طریقۂ امتحان یہ ہے کہ علماء اہلِ حدیث میں سے چوٹی کے چار پانچ عالم منتخب کرلئے جائیں اور سو سو مسائل کی فہرست ان کے سامنے پیش کر دی جائے کہ ان مسائل کا جواب کتاب و سنت سے مدلل اور مفصل تحریر فرمائیں مگر شرط یہ ہے کہ بغیر فقہ کی کتابوں کے دیکھے اُن مسائل کا جواب لکھیں پھر جب مکمل ہو جائے تو کتب فقہ سے اس کا مقابلہ کیا جائے اور اُن کے استدلالات کا فقہائے استدلالات سے موازنہ کیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ فقہاء کے سامنے لغو اور مہمل ثابت ہونگے اور یہ بھی انشاء اللہ تیمناً اور تبرکاً کہہ رہا ہوں نہ کہ شکاً اور تعلیقاً جس وقت اہلِ حدیث کے جوابات کا عبارات فقہاء سے مقابلہ ہو گا تو اہلِ فہم اس وقت یہ شعر پڑھیں گے۔

ناز را روئے بباید ہمچو ورد
ور نہ داری گرد بد خوئی مگرد

آجکل کے علماء کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے لہذا اگر ہر ایک کو اجتہاد کی اجازت دیدی جائے تو ہر شخص کا ایک نیا مذہب اور نیا دین ہو گا اور

دملی دین ندارد ہو جائے گا۔ احتیاط کا مقتضٰی یہی ہے کہ مجتہدین سلف ہی کا اتباع کیا جائے اس لئے کہ اُن کا علم اور فہم اور تقویٰ اور دیانت امت میں مسلم ہو چکی ہے بالفرض اگر ان حضرات کا فہم و فراست مسلم بھی نہ ہو تو کیا معاذ اللہ ابو حنیفہ اور مالک۔ آجکل کے اہلِ حدیث سے بھی گئے گذرے ہوئے تھے۔ استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

الغرض جب اجتہاد اور استنباط کی قوت نہ ہو تو تقلید لابد ہے۔ الفاظ میں بخاری اور مسلم کی تقلید کی جاتی ہے اور معانی میں ابو حنیفہ اور مالک کی تقلید کی جاتی ہے حالانکہ قرآن اور حدیث میں نہ بخاری اور مسلم کے نام کی تصریح ہے اور نہ ابو حنیفہ اور مالک کے نام کی پھر کیا وجہ ہے کہ فقہا کی تقلید تو شرک ہو جائے اور محدثین کی تقلید عین توحید کہلائے مقلدین اور غیر مقلدین میں فرق یہ ہے کہ غیر مقلدین نے صرف الفاظ میں سلف کی تقلید کی اور معانی میں مجتہد اور مختار بن گئے کہ معنی جو چاہیں اپنی طرف لگا ہیں چاہے اصول شریعت اور قواعد ملت کے موافق ہوں یا خلاف۔ اور مقلدین۔ معانی میں بھی سلف صالحین کے مقلدین ہیں۔ لفظ اور معنی دونوں ہی میں سلف کا اتباع ضروری سمجھتے ہیں۔

ترجیح مذہب امام اعظم ابو حنیفہ بر مذاہب دیگر ائمہ مجتہدین

تمام اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ چاروں امام یعنی امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل

رضی اللہ عنہم ۔ بلاشبہ دین کے امام تھے اور جعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا کے مصداق تھے ۔

جس طرح خلفاء راشدین کے عہد خلافت میں قرآن کریم مرتب ہوا اسی طرح بتائید ایزدی ان چار اماموں کے ذریعہ شریعت محمدیہ کے اصول دفروع مدون اور مرتب ہوئے ائمہ اربعہ نے کتاب وسنت کے ساتھ خلفاء راشدین کے فیصلوں اور صحابہ کرام کے اقوال اور افعال کو پیش نظر رکھ کر فقہ مرتب کیا کیونکہ خلفاء راشدین کا عمل خصوصاً اور صحابۂ کرام کا عمل عموماً ۔ شریعت کا تتمہ اور تکملہ ہے ۔

قرآن و حدیث میں جا بجا صحابۂ کرام کے اجتباء اور اہتداء اور ان کے اتباع اور اقتداء کا ذکر اور امر ہے اور فرقۂ ناجیہ وہ ہے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت صحابہ کے طریقہ پر چلے ۔

پس جس شخص نے ان چار اماموں کی تقلید کی اس نے درحقیقت تمام صحابہ وتابعین کی تقلید کی ۔ اور خیر القرون کی تمام خیرات وبرکات جامع بنا ۔ کیونکہ یہ چاروں امام قانون شریعت کے شارح ہیں ۔ معاذ اللہ ۔ شارع شریعت اور واضع احکام نہیں ۔

پس جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع درحقیقت تمام انبیاء کرام کا اتباع ہے ۔ اور آپ سے انحراف ۔ درپردہ تمام انبیاء سے انحراف ہے اس لئے کہ آپ کی شریعت تمام انبیاء کی شریعتوں کا لب لباب اور مجموعہ ہے ۔ اسی طرح مذاہب اربعہ کو سمجھو کہ کتاب اللہ

اور سنت نبوی اور سنت صحابہ کے خزانے ہیں۔ حق تعالےٰ نے ان چار اماموں کو خاص طور پر اپنے دین کے خزائن علمیہ کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا بلاشبہ ہر امام اجتہاد اور استنباط کا یوسف صدیق تھا اور حفیظ و علیم کا مصداق تھا جس شخص کو ان آئمہ کے استنباط کے حسن وجمال کا کوئی جلوہ نظر آیا وہ بے اختیار ماھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم بول اٹھا اور محویت کے عالم میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور سمجھ گیا کہ اس حسن وجمال کے سامنے مجال دم زدنی نہیں دنیا میں جب ان چار یوسفوں کے حسن وجمال کا چرچا ہوا تو دنیا کے ائمہ حدیث و تفسیر ان کے دیکھنے کے لئے دوڑے کوئی کسی کا شیدائی اور فدائی بنا اور کوئی کسی کا۔ دنیا چونکہ نادانوں سے خالی نہیں کسی کا مقولہ ہے۔ لولا الحمقی لخربت الدنیا۔ اس لئے بعض نادانوں نے یہ کہا کہ ہمیں ابوحنیفہ اور مالک کا شیدائی بننے کی کیا ضرورت ہے ہمیں بھی خدا نے حسن وجمال دیا ہے۔ ہم خود اجتہاد اور استنباط کر سکتے ہیں۔ اہلِ نظر یہ سن کر دنگ رہ گئے کہ یہ نادان کیا کہہ رہے ہیں۔ چوتھی صدی سے لے کر چودھویں صدی تک جس قدر ائمہ حدیث و تفسیر اور علماء شریعت اور اولیاء طریقت گذرے وہ انہی چار میں سے کسی ایک کے شیدائی اور فدائی بنے اور رہے۔ قاضی عیاض اور قرطبی جیسے محدث نے امام مالک کا دامن پکڑا اور غزالی اور رازی اور عسقلانی اور قسطلانی جیسے نے امام شافعی کا دامن پکڑا۔ اور ابن جوزی اور ابن رجب جیسے نے امام احمد کا دامن پکڑا۔ اور ابوبکر رازی اور سرخسی جیسے فقیہ اور طحاوی اور مغلطائی اور زیلعی اور عینی جیسے محدث نے ابوحنیفہ کا دامن پکڑا

اور ہر ایک محدث و مفسر اپنے اپنے امام کے عشق میں ایسا غرق ہوا کہ نوبت مناظروں اور مباحثوں کی آگئی۔ علماء حنفیہ اور شافعیہ کے مباحثوں اور مناظروں کا حاصل و محصول صرف یہ ہے کہ ہر عالم اپنے امام کے حُسن استنباط اور جمال اجتہاد کی برتری ثابت کرنا چاہتا ہے معاذ اللہ معاذ اللہ۔ کسی دوسرے امام کے حسن و جمال میں قدح مقصود نہیں صرف اپنے امام متبوع کا احسن و اجمل ہونا بیان کرنا چاہتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں عاشق تو یہی کرے گا۔ جس طرح کوئی مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت اور افضلیت کو بیان کرے تو معاذ اللہ اس کا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ دیگر حضرات انبیاء و مرسلین کی کسی قسم کی تنقیص گوارا کرے۔ اور معاذ اللہ ان حضرات کی نبوت و رسالت میں کوئی قدح کرے۔

اسی طرح اگر کسی امام کا مقلد اور متبع اپنے امام متبوع کی افضلیت کو بیان کرے تو اس تفضیل کو دیگر ائمہ کی تنقیص پر محمول نہ کیا جائے گا۔

اسی طرح ہم صدق دل سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ چاروں امام انبیاء کرام کے وارث ہیں اور ائمہ رشد و ہدایت اور قدوہ اہل سنت والجماعت ہیں اور چاروں مجتہد مطلق اور امام برحق ہیں۔ جو مسلمان ان ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید اور اتباع کرے گا وہ بلاشبہ اہل حق اور اہل ہدایت اور اہل سنت والجماعت میں سے ہوگا۔

کسی نے امام مالک یا امام شافعی کو افضل سمجھ کر اپنا مقتدی اور پیشوا قرار دیا اور کسی نے امام ابوحنیفہ کو افضل سمجھ کر اپنا امام اور پیشوا بنایا۔ دیکل

وجهۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات۔

ہم نے امام اعظم ابو حنیفہ کو سب ائمہ مجتہدین سے افضل سمجھ کر اُن کی تقلید کو اختیار کیا اور اُن کے مذہب کو دیگر ائمہ کے مذاہب سے راجح سمجھکر اپنے لئے راہ عمل بنایا اس لئے ہم اب اُن وجوہ کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں کہ جن وجوہ کی بنا پر ہم نے مذہب حنفی کو دیگر مذاہب پر ترجیح دی

وجوہ ترجیح مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

وجہ اوّل

(۱) امام ابو حنیفہ تابعی ہیں۔ متعدد صحابۂ کرام کی زیارت کی ہے اور اُن سے حدیث روایت کی ہے اور قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے یہ امر ثابت ہے کہ صحابۂ کرام کے بعد درجہ تابعین کا ہے اور تابعیت کی فضیلت ائمہ مجتہدین میں سے سوائے امام ابو حنیفہ کے اور کسی امام کو حاصل نہیں ہوئی۔

شیخ جلال الدین سیوطی تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ میں لکھتے ہیں۔ قد الف الامام عبد الکریم الشافعی جزء یروی الامام ابو حنیفۃ عن الصحابۃ انتہی یعنی امام عبد الکریم شافعی نے ایک مختصر رسالہ لکھا ہے کہ جس میں اُن روایات حدیث کو جمع کر رکھا ہے جن کو امام ابو حنیفہ صحابۂ کرام سے روایت کرتے ہیں۔ امام خوارزمی۔ مسند میں فرماتے ہیں۔ قد روی ابو حنیفۃ عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان العلماء

اتفقوا علیٰ ذالک لکنهم اختلفوا فی العدد انتهی یعنی بلاشبہ ابوحنیفہ نے صحابہ کرام سے روایت کی ہے اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے صرف اختلاف عدد اور گنتی میں ہے کہ کتنے صحابہ سے روایت کی ہے۔

وجہ دوم

علم اور عقل اور فہم اور استنباط اور زہد اور ورع اور تقویٰ میں ابوحنیفہ بے مثل اور بے عدیل تھے۔ ابوحنیفہ کا علم اور ان کی عقل ضرب المثل اور زبان زد خلائق تھی۔ امام شافعی کا یہ قول۔ الناس کلهم عیال ابی حنیفة فی الفقہ۔ علماء امت میں معروف اور مشہور ہے یعنی تمام لوگ تفقہ اور استنباط میں۔ ابوحنیفہ کی آل و عیال ہیں۔ وقال سفیان الثوری کنّا بین یدی ابی حنیفة کالعصافیر بین یدی البازی وان اباحنیفة سید العلماء۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ ہم (علماء حدیث وفقہ) ابوحنیفہ کے سامنے ایسے تھے جیسے چڑیاں باز کے سامنے اور بلاشبہ ابوحنیفہ تمام علماء کے سردار تھے۔

وقال علی بن عاصم لو وزن علم ابی حنیفة بعلم اهل زمانه لثقل علیهم کہا علی عاصم نے کہ اگر ابوحنیفہ کے علم کو تمام علماء زمانہ کے علم کے ساتھ تولا جائے تو ابوحنیفہ کے علم کا پلہ سب کے مقابلہ میں بھاری اور وزنی رہے گا۔

اُس زمانہ کے علماء اور مشائخ نے جو جو ابوحنیفہ کے علم اور عقل اور فہم

اور استنباط اور ورع اور تقویٰ اور زہد اور عبادت کے مدح و ثناء میں کلمات کہے ہیں وہ کتب مناقب میں مشہور اور مسطور ہیں تفصیل کے لئے کتب مناقب کی مراجعت کریں ہمارا مقصود تو اجمالی اشارہ ہے کہ ائمہ دین سے ابو حنیفہ کے بے مثال علم و عقل اور بے نظیر ورع اور تقویٰ کی شہادتیں حد تواتر کو پہنچی ہیں۔

وجہ سوم

فقہ اسلامی کے سب سے پہلے مدو معاون امام ابو حنیفہ ہیں کہ جنھوں نے شریعت اسلامیہ کے اصول و فروع کو مدون کیا۔ کتاب و سنت اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام اور علماء تابعین کے علم کو مبوب اور مرتب کیا کہ ان کے بعد آنے والے مجتہدین نے انہی کے مرتب کردہ فقہ سے استفادہ کیا جس طرح جمع قرآن کریم کی ابتداء صدیق اکبر سے ہوئی اسی طرح تدوین فقہ کی ابتداء امام ابو حنیفہ نے کی۔ چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ میں لکھتے ہیں۔

وقال بعض من جمع مسند ابی حنیفة من مناقب ابی حنیفة التی انفرد بہا انہ اول من دون علم الشریعة ورتبہ

بعض علماء نے جنھوں نے مسند ابو حنیفہ کو جمع کیا ان کا قول ہے کہ ابو حنیفہ کے ان مناقب میں سے جن کی بنا پر وہ منفرد ہیں۔ ایک منقبت یہ ہے کہ ابو حنیفہ ہی اول شخص ہیں جنھوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور ابواب و فصول پر اس کو مرتب کیا پھر امام مالک نے مؤطا

ابوابا ثم تابعه مالك
بن انس فی ترتیب
المؤطا ولم یسبق ابا
حنیفة احد لان
الصحابة والتابعین
لم یصنفوا فی علم الشریعة
ابوابا مبوّبةً ولا كتبا
مرتبة وانما كانوا یعتمدون
علی قوة حفظهم فلما
رأی ابوحنیفة العلم
وخاف علیه الضیاع
دونه فجعله ابوابا
وبدأ بالطهارة الكتاب
ثم صلوٰة ثم بسائر
العبادات ثم المعاملات
ثم ختم الكتاب وانما
بدأ بالطهارة صلوٰة
لانهما اهم العبادات
وانما ختم الكتاب

کی ترتیب ابواب میں ابوحنیفہ کا اتباع کیا اور
ابوحنیفہ سے پہلے کسی نے علم شریعت کو مدون اور
مرتب نہیں کیا کیونکہ صحابہ و تابعین نے علم
شریعت کو ابواب و فصول پر مرتب اور مدون
نہیں کیا تھا اور نہ اس بارہ میں انھوں نے
کوئی کتابیں تصنیف کیں۔ صحابہ و تابعین کا
اعتماد قوۃ حفظ پر تھا پس امام ابوحنیفہ نے
جب یہ دیکھا کہ صحابہ و تابعین کا علم منتشر ہے
کسی تصنیف میں مدون نہیں تو اندیشہ ہوا کہ
مبادا آیندہ چل کر یہ علم ضائع ہو جائے کیونکہ
آیندہ چل کر ایسا حافظہ نہ رہے گا، اس لئے
امام ابوحنیفہ نے علم شریعت کو ابواب فصول
کے ترتیب پر مدون کیا۔ کتاب طہارت اور
صلوۃ سے ابتدا کی پھر دیگر عبادات اور
معاملات کو بیان کیا اور پھر کتاب المواریث
پر اس کو ختم کیا اس لئے کہ میراث انسان کا
آخری حال ہے اور امام ابوحنیفہ ہی نے
سب سے پہلے کتاب الفرائض اور کتاب
الشہادت تصنیف کی اسی وجہ سے امام

بالمواریث لانہا اخر احوال الناس وھو اول من وضع کتاب الفرائض وکتاب الشروط ولہذا قال الشافعی رضی اللہ عنہ الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ ۔ انتہی	شافعی فرمایا کرتے تھے کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے آل وعیال ہیں ۔

یعنی اجتہاد اور استنباط میں ابوحنیفہ بمنزلہ والد محترم کے ہیں اور باقی فقہاء اور مجتہدین بمنزلہ ان کی اولاد کے ہیں جنھوں نے اپنے والد روحانی کے زیر سایہ علمی تربیت پائی ہے ۔

خلاصہ کلام

یہ کہ تمام ائمہ اجتہاد میں سب سے اول اور سب سے مقدم امام اور مجتہد امام ابوحنیفہ ہیں کہ جنھوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور علم شریعت کو ابواب اور فصول پر مرتب کیا اور غیر متناہی حوادث اور واقعات کے احکام شرعیہ کو کتاب اللہ وسنت نبوی اور سنت خلفاء راشدین اور فتاوائے صحابہ وتابعین سے اخذ کر کے بتصریح وتوضیح ان کو مدون کیا جس سے علماء مشرق ومغرب پر الیوم اکملت لکم دینکم واتممت

علیکم تعمتی کی تفسیر اور معنی تفصیلی طور پر منکشف ہوئے۔ اسی بنا پر بہت سے اکابر علماء نے ہر نماز کے بعد امام ابو حنیفہ کے لئے دعاء خیر کرنا ضروریاتِ دین سے قرار دیا۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔

وجہ چہارم

امام ابو حنیفہ نے تدوین فقہ کے لئے ایک مجلس منعقد کی۔ جس کے ارکان و شرکاء کی تعداد چالیس[1] تھی اور یہ چالیس ارکان نوادر زمان تھے ہر ایک ان میں سے علم و حکمت کا کوکب دری تھا۔ کوئی مفسر اور محدث تھا اور کوئی اصولی اور فقیہ تھا اور کوئی قاضی اور کوئی مفتی تھا اور کوئی صوفی اور ولی تھا اور کوئی لغت و عربیت کا امام تھا۔ آفتاب اجتہاد و استنباط کی سرپرستی میں ایک ایک مسئلہ پر گفتگو ہوتی اور تین تین دن تک ایک ایک مسئلہ چلتا رہتا بحث و تمحیص کا آخری فیصلہ امام ابو حنیفہ صادر فرماتے۔ اس کے بعد وہ مسئلہ قلم بند کیا جاتا اس طرح فقہ حنفی چالیس علماء کبار کے مشورہ سے مدون ہوا یہ حضرت عمر کا طریقہ تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو اہل الرائے سے مشورہ فرماتے۔ اسی طرح

---

[1] قال الطحاوی کان اصحاب ابی حنیفۃ الذین دونوا الکتب اربعین رجلاً وکان فی العشرۃ المتقدمین ابو یوسف وزفر وداؤد واسد بن عمرو ویوسف بن خالد ویحیی بن زکریا کذا فی الفوائد البہیۃ فی ترجمۃ یحیی بن زکریا ابن ابی زائدۃ الکوفی رحہ

امام ابوحنیفہ حسب ارشاد باری وشاورھم فی الامر۔ اہل الرائے اور علماء مستنبطین سے اور چالیس کا عدد یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین کے مطابق ہے۔

مسائل کا چالیس علماء وصلحاء کے مشورہ سے طے پانا یہ فقہ حنفی کی خاص خصوصیت اور خصوصی امتیاز ہے بخلاف فقہ مالکی اور فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے سو وہ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کی شخصی رائے اور ذاتی اجتہاد کا ثمرہ ہے اس نوع کی مجلس کسی امام اور مجتہد کو نصیب نہیں ہوئی۔

وجہ پنجم

وقت نظر کی وجہ سے علماء کی جو نکتہ چینی فقہ حنفی پر ہوئی وہ کسی فقہ پر نہیں ہوئی حالات اور واقعات سے صاف روشن ہے کہ اس زمانہ کے تمام محدثین اور فقہاء کی نظریں صرف ابوحنیفہ ہی کے فقہ پر پڑ رہی تھیں اور فقہ ابی حنیفہ ہی سب کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ بغداد اور کوفہ اور بصرہ اگر ایک طرف مفسرین اور محدثین کا مرکز بنا ہوا تھا تو دوسری طرف لغت اور عربیت اور فصاحت اور بلاغت کا مرکز بھی بنا ہوا تھا فقہ حنفی اور فقہ شافعی کی طرح نحو کوفی اور نحو بصری بھی علماء میں مشہور ہے کہ کوفہ اور بصرہ۔ علم صرف اور علم نحو اور علم لغت کے مرکز بنے ہوئے تھے اور بغداد اور کوفہ اور بصرہ حسن بصری جیسے اولیاء اور عارفین کا بھی مرکز تھا۔ اور

یہی کوفہ اور بصرہ علم قراءت اور علم حدیث کے بھی مرکز تھے۔ ایسے ماحول میں فقہ حنفی مدون ہوا کہ علوم و فنون کے علماء و فضلاء کی نظروں کا نشانہ بنا ہوا تھا گویا کہ محدثین اور مفسرین اور اولیاء و عارفین کی نظر میں سوائے فقہ حنفی کے کوئی اور فقہ قابل التفات ہی نہ تھا۔

وجہ ششم

بسیط ارض پر جس قدر امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آباد ہے اس آبادی کا دو ثلث (دو تہائی) حصہ امام اعظم ابو حنیفہ کی مقلد اور متبع ہے اور ابو حنیفہ کے توسط سے کتاب و سنت کا اتباع کر رہی ہے اور خدا تعالیٰ تک پہنچ رہی ہے اور بقیہ ایک ثلث میں۔ تین امام۔ امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد سب شریک ہیں۔ مدینہ منورہ میں امام مالک کا مذہب پھیلا، اور مکہ مکرمہ میں امام شافعی کا مذہب شائع ہوا۔ اور امام ابو حنیفہ کا مذہب حرمین شریفین میں بھی پہنچا اور دوسری طرف کوفہ اور بصرہ سے تمام عراق عرب اور عجم میں اور بخارا اور سمرقند اور ماوراء النہر اور ایران اور افغانستان اور ہندوستان اور ترکستان تک پہنچا ان تمام اور اقالیم کے علماء اور صلحاء اور ملوک اور سلاطین سب امام ابو حنیفہ کے مذہب پر چل رہے ہیں۔ کیا امام اعظم کی عظمت اور جلالت شان کے لئے یہ کافی نہیں کہ پوری امت محمدیہ کے دو تہائی مسلمان جن میں بے شمار اکابر علماء اور اولیاء اور فقہاء اور محدثین اور مفسرین اور متکلمین بھی ہیں سب کے سب امام ابو حنیفہ

کی تقلید کو اپنی گردن کا قلادہ اور ہار بنائے ہوئے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں اور باقی ایک تہائی امت تین اماموں (امام مالک امام شافعی، امام احمد بن حنبل) میں منقسم ہے۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تمام امتوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ جن میں سے اسی صفیں امت محمدیہ کی ہوں گی اور باقی ایک تہائی میں تمام امتیں ہوں گی یعنی امت محمدیہ کو کل امم کے مقابلہ میں دو تہائی کی نسبت ہوگی۔ اور باقی ایک تہائی میں باقی امتیں ہوں گی۔ اسی طرح پوری امت محمدیہ کے دو تہائی افراد امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں اور ایک تہائی باقی تین اماموں کے مقلد ہیں۔

وجہ ہفتم

شریعت کے اصول اور قواعد کا انضباط اور استحکام اور جامع و مانع ہونا جس قدر فقہ حنفی میں پایا جاتا ہے دوسرے مذاہب میں اس کی نظیر تو درکنار اس کا عشر عشیر بھی نہیں اسی وجہ سے بہت سے اکابر علماء شافعیہ نے حنفیت کی طرف رجوع کیا۔ جیسا کہ ذیول تذکرۃ الحفاظ میں بعض اکابر محدثین شافعیہ کے تذکرہ میں اس کی نظیریں ملتی ہیں۔

وجہ ہشتم

فقہ حنفی کی ایک خاص خصوصیت اس کی جامعیت ہے یعنی زندگی کے تمام شعبوں کے مسائل کی تفصیل اور سیاست ملکیہ اور سیاست مدنیہ کے آئین اور قوانین کی تشکیل جیسے فقہ حنفی میں ہے۔ وہ دوسرے فقہا

کے یہاں نہیں ملتی یہی وجہ ہے کہ سلاطین عالم اکثر حنفی ہی رہے۔

وجہ نہم

امام اعظم کے بعد جس قدر امام گذرے ان سب نے امام ابو حنیفہ کے فقہ سے استفادہ کیا جیسا کہ کچھ بیان پہلے گذر چکا۔ امام مالک کے پاس امام ابو حنیفہ کے مسائل موجود تھے ان کو دیکھا کرتے تھے اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد بن الحسن کی کتابوں سے استفادہ مشہور و معروف ہے تفصیل اگر درکار ہے تو اس ناچیز کا تالیف کردہ مقدمۃ الحدیث بزبان عربی دیکھیں جس میں حوالوں کے ساتھ۔ ائمہ دین اور امام بخاری کا فقہ ابو حنیفہ سے استفادہ بیان کیا ہے۔

کتاب و سنت کے اصول و فروع اور شریعت کے کلیات اور جزئیات کو جس طرح سے امام ابو حنیفہ نے مبوّب اور مرتب کیا ہے دنیا میں اس کی نظیر تو کیا اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔

صحیح بخاری باوجود جامع صحیح ہونے کے شریعت کے تمام اصول و فروع کو حاوی نہیں نہ تو اس سے ایمانیات کے تمام مسائل اعتقادیہ معلوم ہو سکتے ہیں اور نہ عبادات اور معاملات کے تمام مسائل معلوم ہو سکتے ہیں مثلاً نماز کے فرائض اور واجبات اور سنن اور مستحبات کی تفصیل جیسے ائمہ اربعہ کے فقہ سے ہو سکتی ہے وہ صحیح بخاری اور جامع ترمذی کے ابواب سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ نیز امام بخاری کا مقصد صحیح بخاری میں روایت اور

درایت دونوں کو جمع کرنا ہے سو درایت اور فقہ میں جو کچھ امام بخاری
نے ابواب اور تراجم میں بیان کیا ہے وہ اہل الرائے کی کتابوں سے
استفادہ کے بعد کیا ہے اور امام بخاری نے جن اکابر محدثین سے علم
حاصل کیا ہے وہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کے شاگرد تھے جیسے یحییٰ
بن معین اور احمد بن حنبل یہ دونوں امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں.
اور امام محمد کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے۔ اور امام شافعی جو اکابر
محدثین کے شیخ تھے انھوں نے خود امام محمد سے بقدر ایک بختی اونٹ
کے کتابوں کے علم حاصل کیا ہے اور امام شافعی اور سفیان ثوری اور عبداللہ
بن مبارک اور یحییٰ بن معین اور یزید بن ہارون اور مکی بن ابراہیم اور
ابونعیم فضل بن دکین اور یحییٰ بن سعید القطان وغیرہم جو تمام اکابر محدثین
کے اساتذہ کبار ہیں۔ یہ سب امام ابو حنیفہ کی مدح میں رطب اللسان
ہیں۔

نیز امام بخاری کی اعلیٰ ترین روایات اُن کی بائیس ثلاثیات ہیں اور
امام ابو حنیفہ کی اکثر روایات ثلاثیات ہیں اور کچھ ثنائیات ہیں اور جو
حدیثیں ابو حنیفہ نے بلا واسطہ صحابہ سے لی ہیں وہ اُحادیات ہیں۔ امام
ابو حنیفہ اور امام مالک کی روایات باعتبار سند کے بخاری کی اسانید سے
اعلیٰ اور اجل ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے علماء تابعین سے علم حاصل کیا اور
تابعین نے صحابہ کرام سے، اور امام بخاری نے جن اساتذہ سے علم حاصل
کیا وہ تبع تابعی اور تبع تبع تابعی تھے اور ابو حنیفہ کے شاگردوں کے شاگرد

تھے اب فرق کا تم خود اندازہ کر لو۔

وجہ دہم

صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں واخرین منھم لما یلحقوا بھم کی تفسیر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت یعنی واخرین منھم لما یلحقوا بھم نازل ہوئی تو اس وقت سلمان فارسی ہم میں موجود تھے۔ ہمارے بار بار پوچھنے پر حضور پُرنور نے سلمان فارسی پر اپنا ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ ایمان ثریا پر بھی ہوتا۔ (یعنی اتنا بلند ہوتا جتنا کہ ثریا خاک ثری سے بلند ہے کوئی شخص یا یہ فرمایا کہ ایک شخص ان اہل فارس میں سے اس کو پہنچ جاتا یعنی اس کو لے لیتا۔ اور صحیح مسلم باب فضل فارس میں ہے۔ لو کان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء فارس شیخ جلال الدین سیوطی تبییض الصحیفہ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں امام ابو حنیفہ کی ظہور کی بشارت اور خوش خبری کی طرف اشارہ ہے اور یہ اصل صحیح ہے قابل اعتماد ہے جس پر بشارت اور فضیلت کے بارہ میں اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ انتہی

اور یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہوئی ہے بعض روایات میں لنالہ رجل لفظ مفرد آیا ہے اور بعض روایات میں لنالہ رجال۔ لفظ جمع کے ساتھ آیا ہے اصل متبوع کا لحاظ کیا جائے تو وہ رجل فرد ہے یعنی ابو حنیفہ اور جس روایت میں رجال بلفظ جمع آیا ہے وہ باعتبار اتباع اور اصحاب کے ہے لفظ مفرد یعنی لنالہ رجل کی روایت میں

اصل ابو حنیفہ کی طرف اشارہ ہے اور لنالہ رجال لفظ جمع والی روایت میں آپ کے اصحاب اور تلامذہ اور اتباع کی طرف اشارہ ہے کہ ابو حنیفہ اور اُن کے اصحاب کو دیگر فقہاء سے وہ نسبت ہوگی کہ جو ثری (زمین) کو ثریا سے ہے حافظ سیوطی کے تلمیذ خاص علامہ شامی صاحب سیرت فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ (جلال الدین سیوطی) یقین کرتے تھے کہ اس حدیث سے بلاشبہ امام ابو حنیفہ کا ظہور مراد ہے۔ کیونکہ اہل فارس میں علم کے اس درجہ کو سوائے ابو حنیفہ کے کوئی نہیں پہنچا۔ انتہی

جیسے حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ عالم مدینہ کی بشارت والی حدیث میں امام مالک کی طرف اشارہ ہے اور عالم قریش کی بشارت والی حدیث میں امام شافعی کی طرف اشارہ ہے پس اسی طرح اس بخاری اور مسلم کی حدیث لنالہ رجل من ابناء فارس میں اگر امام ابو حنیفہ کی بشارت کی طرف اشارہ ہو تو کیا محل تعجب ہے۔

اور عالم مدینہ اور عالم قریش کی بشارت سے لو کان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء فارس کی بشارت بہت بلند ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ ثریا سے جو علو اور رفعت مترشح ہے وہ عالم مدینہ اور عالم قریش کے لفظ سے مترشح نہیں ہوتی۔

اور بعض علماء کا گمان ہے کہ رجل سے امام بخاری مراد ہیں اور رجال کے لفظ سے مسلم اور ترمذی وغیرہ دیگر اکابر محدثین جو عجم میں گذرے وہ مراد ہیں اور شاہ ولی اللہ قدس سرہ کا میلان اس طرف ہے کہ لنالہ

رجال سے عموم میں امام ابوحنیفہ اور امام بخاری دونوں ہی داخل ہیں۔ دیکھو مکتوب یازدہم از کلمات طیبات ص۱۶۸ مجملہ مکتوبات شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ مگر صحیح اور راجح یہی ہے کہ اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ ثریا تک پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ وہ مرد عجمی علم اور ایمان کے ایسے بلند حقائق اور معارف تک پہنچے گا جہاں دوسرے علماء نہیں پہنچ سکیں گے محض الفاظ حدیث کا روایت کر دینا مراد نہیں۔ فتلک عشرۃ کاملہ۔

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ۔ مکتوب ۵۵ پنجاہ و پنجم از دفتر دوم میں تحریر فرماتے ہیں۔

قرآن مجید تمام احکام شرعیہ بلکہ تمام گذشتہ شریعتوں کا جامع ہے۔ اس شریعت کے بعض احکام اس قسم کے ہیں کہ جو نص کی عبارت یا اشارت یا دلالت یا اقتضاء سے مفہوم ہوتے ہیں اوّل قسم کے احکام کے فہم میں عوام و خواص بشرطیکہ وہ اہل لغت اور اہلِ زبان ہوں یعنی عربی زبان سے بخوبی واقف ہوں سب برابر ہیں۔ دوسری قسم کے احکام وہ ہیں جو اجتہاد اور استنباط سے مفہوم ہوتے ہیں۔ یہ مفہوم ائمہ مجتہدین کے ساتھ مخصوص ہے قرآن مجید کے تیسری قسم کے احکام اس قسم کے ہیں کہ جن کے سمجھنے سے انسان کی طاقت عاجز اور درماندہ ہے۔ جب تک احکام کے نازل کرنے والے یعنی حق جل شانہٗ کی طرف سے اطلاع نہ ملے تو ان احکام کو نہیں سمجھ سکتے اس میں اعلام اور اطلاع کا حصول پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ

مخصوص ہے پیغمبر کے سوا کسی اور کو اطلاع نہیں دیتے یہ احکام اگرچہ
کتاب اللہ ہی سے ماخوذ ہوتے ہیں مگر چونکہ احکام کا مظہر پیغمبر خدا ہے
اس لئے یہ احکام سنت کی طرف منسوب ہوتے ہیں کیونکہ سنت ان احکام
کی مظہر ہے جس طرح احکام اجتہادیہ کو قیاس کی طرف منسوب کرتے
ہیں اس اعتبار سے کہ قیاس ان احکام شرعیہ کا مظہر ہوتا ہے پس سنت
اور قیاس دونوں ہی احکام شریعت کی مظہر ہیں مگر ان دونوں مظہروں
میں بہت فرق ہے ایک رائے کی طرف منسوب ہے جس میں خطا کی
مجال اور گنجائش ہے اور دوسرا اعلام یزدانی اور القاء ربانی کے
ساتھ مؤید ہے جس میں خطا کی گنجائش نہیں۔

وحضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ
الصلاۃ والسلام بعد از نزول
کہ متابعت این شریعت
خواہد نمود واتباع سنت
آں سرور علیہ وعلی آلہ
الصلاۃ والسلام خواہد کرد
نسخ این شریعت مجوز نیست
نزدیک است کہ علماء ظواہر
مجتہدات او را علی نبینا وعلیہ
الصلاۃ والسلام از کمال

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام
آسمان سے نازل ہونے کے بعد اس شریعت
کا اتباع کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی سنت کی متبع اور پیرو ہوں گے۔
... کیونکہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں یہ
آخری شریعت ہے عجیب نہیں کہ اس وقت
علماء ظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادات
کا ماخذ کے دقیق اور عمیق اور پوشیدہ ہونے
کی وجہ سے انکار کر جائیں اور غامض اور دقیق
ہونے کی وجہ سے ان کو کتاب وسنت کے

وقت و غموض ماخذ آنکا
نمایند و مخالف کتاب و
سنت دانند۔ مثل
روح اللہ مثل امام اعظم
کوفی است کہ ببرکت
ورع و تقوی وبدولت
متابعت سنت درجہ علیا
دراجتہاد و استنباط یافتہ
است کہ دیگراں در فہم
آں عاجز اند و مجتہدات
اورا بواسطۂ دقت معانی
مخالف کتاب و سنت
دانند واورا و اصحاب
اورا اصحاب رائے پندارند
کل ذالک لعدم الوصول
الی حقیقۃ علم و درایتہ
وعدم الاطلاع علی فہمہ
وفراستہ ۔ امام شافعی
بکرشمہ از دقت وفقاہت

مخالف جانیں حضرت عیسٰی روح اللہ کی مثال
حضرت امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی سی
مثال ہے جنھوں نے ورع اور تقوی کی برکت
سے اور اتباع سنت کی بدولت اجتہاد و استنباط
میں وہ درجۂ علیا حاصل کیا کہ دوسرے اس
کے فہم اور ادراک سے قاصر اور عاجز ہیں اور
اُن کے مجتہدات کو دقت معانی کی وجہ سے
کتاب و سنت کے مخالف جانتے ہیں۔ (امام
ابوحنیفہ کے دقائق کتاب و سنت کے مخالف
نہیں ہوتے بلکہ ان ظاہر بینوں کے ظاہری اور
سرسری سمجھ کے خلاف ہوتے ہیں اور یہ ظاہر بیں
ہیں اپنی ناسمجھی کی وجہ سے ان کو کتاب و سنت
کے مخالف سمجھتے ہیں) اور ان کو اور اُن کے اصحاب
کو اصحاب رائے خیال کرتے ہیں یہ سب کچھ
ان کی حقیقت اور درایت تک نہ پہنچنے اور
ان کی فہم و فراست پر نہ اطلاع پانے کا ثمرہ
اور نتیجہ ہے۔ امام شافعی پر امام اعظم ابوحنیفہ
کی دقت نظر اور فقاہت کی باریکی اور
گہرائی کا تھوڑا سا کرشمہ ظاہر ہوا تو یہ فرمایا

او علیہ الرضوان دریافت
کہ گفت الفقہا کلہم عیال
ابی حنیفۃ و واسے از
جراتہاے قاصر نظران
کہ قصور خود را بہ دیگرے
نسبت نمایند ؎
قاصرے گر کند ایں قافلہ
را طعن قصور حاشا للہ
کہ برآرم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں
سلسلہ اند روبہ از حیلہ
چساں بگسلد ایں سلسلہ را

کہ تمام فقہا اور مجتہدین ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔
(یعنی تمام فقہاء کو ابو حنیفہ سے وہ نسبت ہے
جو عیال کو اپنے مربی اور سرپرست سے ہوتی
ہے) افسوس ہے ان قاصر نظروں کی جرأت
اور دلیری اور بیباکی پر کہ جو اپنے قصور فہم
کو دوسروں کے ذمے لگاتے ہیں۔ ترجمہ شعر
گر کوئی قاصر لگائے طعن اُن کے حال پر
توبہ توبہ گر زباں پر لاؤں میں اس کا گلہ
شیر ہیں باندھے ہوئے اس سلسلہ میں سب کے سب
لومڑی حیلہ سے توڑے کس طرح یہ سلسلہ

و بواسطہ ہمیں مناسبت
کہ بحضرت روح اللہ دارد
تواند بود آنچہ خواجہ محمد پارسا
در فصول ستہ نوشتہ است
کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و
علیہ الصلاۃ والسلام بعد
از نزول بمذہب امام

اور اسی مناسبت کی بنا پر جو امام ابو حنیفہ
کو حضرت عیسیٰ روح اللہ کے ساتھ ہے خواجہ
محمد پارسا نے فصول ستہ میں لکھا ہے کہ
حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
نزول کے بعد امام ابو حنیفہ کے مذہب کے
موافق عمل کریں گے اس کا مطلب یہ ہے
کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کا اجتہاد۔ امام

ابی حنیفہ عمل خواہد کرد یعنی
اجتہاد حضرت روح اللہ
موافق اجتہاد امام اعظم
خواہد بود نہ آنکہ تقلید
ایں مذہب خواہد کرد.
علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
کہ شان او علی نبینا و علیہ
الصلوٰۃ والسلام ازاں
بلند تر است کہ تقلید علماء
امت فرماید. بے شائبہ
تکلف و تعصب گفتہ می شود
کہ نورانیت ایں مذہب
حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے
عظیم می نماید و سائر مذاہب
در رنگ حیاض و جداول
بنظر می در آیند و بظاہر ہم
کہ ملاحظہ نمودہ می آید سواد
اعظم از اہل اسلام متابعان
ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان

اعظم ابوحنیفہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا معاذ اللہ
یہ مطلب نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
مذہب حنفی کی تقلید کریں گے اس لئے کہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اس سے
کہیں بلند اور برتر ہے کہ وہ علماء امت
کی تقلید فرمائیں۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔
حق تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبروں میں سے
ہیں ان کی بارگاہ عالی میں تقلید کا تصور بھی
نہیں کیا جا سکتا) یہ فقیر و حقیر (یعنی مجدد
صاحب) بلا شائبہ تکلف و تعصب کہتا ہے
کہ مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں برنگ
دریائے عظیم دکھائی دیتی ہے اور دوسرے
تمام مذاہب حوضوں اور نہروں کی طرح
نظر آتے ہیں اور ظاہر حال کو بھی اگر ملاحظہ
کیا جائے تو اہل اسلام کی سواد اعظم (یعنی
روئے زمین کے دو تہائی مسلمان) امام
اعظم ابوحنیفہ کے تابع اور مقلد نظر آتے ہیں
نیز مذہب حنفی علاوہ اس کے کہ اس کے
تابعدار بے شمار ہیں اس میں ایک خاص

واین مذہب باوجود کثرت
متابعان در اصول و فروع
از سائر مذاہب متمیز است
و در استنباط طرق علیحدہ
دارد و این معنی مبنی از
حقیقت است امام ابوحنیفہ
در تقلید سنت از ہمہ پیش
قدم است و احادیث مرسل
را در رنگ احادیث مسند
شایان متابعت می داند
و بر رائے خود مقدم می دارد
و ہم چنیں قول صحابہ را بواسطہ
شرف صحبت خیر البشر
علیہم وعلیہم الصلاۃ والتسلیمات
بر رائے خود مقدم می دارد
و دیگران نہ ایں چنیں اند
مع ذالک مخالفان او را
صاحب رائے می دانند
و الفاظے کہ مبنئ از سوء

خصوصیت یہ ہے کہ مذہب حنفی کے اصول
و فروع تمام مذاہب سے الگ اور جدا
ہیں اور اس مذہب میں استنباط کا طریقہ
سب سے علیحدہ اور انوکھا ہے۔ اور یہ معنی
اس مذہب کی دقیق اور عمیق حقیقت کا پتہ
دیتے ہیں دنیا کا عجیب حال ہے کہ اتباع
سنت میں امام ابوحنیفہ کا قدم سب سے
آگے اور پیش پیش ہے حتیٰ کہ مرسل احادیث
کو سندا حادیث کی طرح حجت اور قابل
متابعت اور لائق پیروی جانتے ہیں اور
اپنی رائے پر حدیث مرسل (بلکہ حدیث
حقیقت کو بھی) مقدم سمجھتے ہیں اور اسی طرح
صحابہ کرام کے قول کو بھی بوجہ شرف صحبت نبوی
اپنی رائے پر مقدم جانتے ہیں اور دوسرے
ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل اور حدیث
خفیف اور اقوال صحابہ کے ساتھ یہ معاملہ
نہیں کہ جو امام ابوحنیفہ کے یہاں ہے باوجود
اس کے پھر بھی مخالفین اُن کو صاحب رائے
جانتے ہیں اور بہت سی بے ادبی اور خلاف

ادب اند باو منتسب سازند
باوجود آنکہ ہمہ بکمال علم و وفور
ورع و تقویٰ او معترف اند
حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ
ایشاں را توفیق دہاد کہ از
رأس دین و رئیس اسلام
نمایند و سواد اعظم اسلام را
ایذاء نہ کنند۔ یریدون
ان یطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم
جماعہ کہ ایں اکابر دین را
اصحاب رائے می دانند اگر
ایں اعتقاد دارند کہ ایشان
برائے خود حکم می کردند و متابعت
کتاب و سنت نمی نمودند
پس سواد اعظم از اہل اسلام
بزعم فاسد ایشاں خیال
و مبتدع باشند بلکہ از
جرگۂ اسلام بیروں بودند
کہ ایں اعتقاد نہ کند مگر جاہلے

شان الفاظ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں
حالانکہ ان کے کمال علم اور کمال ورع و
تقویٰ کا اقرار کرتے ہیں (اور کمال علم اور
کمال ورع و تقویٰ کے بعد باقی ہی کیا رہ
گیا) حق تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت اور توفیق
دے کہ دین کے سردار اور اسلام کے رئیس
کے ساتھ خلاف ادب نہ پیش آئیں اور اسلام
کی سواد اعظم (یعنی دو تہائی امت محمدیہ جو امام
اعظم کی مقلد ہے) اس کو ایذا نہ پہنچائیں۔ یہ
لوگ اللّٰہ تعالیٰ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔
جو لوگ ان اکابر دین کو اصحاب رائے جانتے
ہیں اگر وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ اکابر دین
صرف اپنی رائے سے حکم اور فتویٰ دیتے
تھے اور کتاب و سنت کے متبع اور پیرو نہ
تھے تو ان کے اس زعم فاسد اور خیال کاسد
کی بنا پر یہ لازم آئے گا کہ اسلام کا ایک سواد
اعظم گمراہ اور بدعتی ہو بلکہ جرگۂ اسلام سے بھی
خارج ہو (کیونکہ کتاب و سنت کو محض اپنی
رائے سے حکم دیدینا یہ اسلام سے خروج کرنا

که از جہل خود بے خبر است
باز ندیقے که مقصودش
ابطال شطر دین است

ہے) اس قسم کا اعتقاد وہ بے قوف اور جاہل
کر سکتا ہے کہ جو اپنی جہالت سے بھی جاہل اور
بے خبر ہے یا یہ اعتقاد وہ زندیق اور بے دین
کر سکتا ہے جس کا مقصود یہ ہو کہ اسلام کا
نصف حصہ باطل ہو جائے۔

ناقصے چند احادیث چند را
یاد گرفته اند واحکام شریعت
را منحصر دراں ساخته ماورائے
معلوم خود را نفی می نمایند

ان چند ناقصوں
نے چند حدیثوں کو یاد کر لیا ہے اور شریعت کے
احکام کو اپنی چند یاد کردہ احادیث میں منحصر
سمجھ لیا ہے اور اپنی معلوم کے ماسوا معدوم
سمجھ لیا ہے اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت
نہیں ہوا اس کا انکار کر دیتے ہیں ان کی
مثال یہ ہے۔ ترجمۂ شعر

۵
چو آں کرمی که در سنگے نہاں است
زمین و آسمان او همان است

وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے
وہی اس کا زمین و آسماں ہے

وائے ہزار وائے از
تعصب ہائے بارد ایشاں
واز نظر ہائے فاسد ایشاں
بانی فقه ابو حنیفه است
سه حصه از فقه او را مسلم
داشته اند و در ربع باقی

ان لوگوں کے بیہودہ تعصبوں اور فاسد
نظروں پر ہزاراں ہزار افسوس کیا یہ نہیں جانتے
کہ فقہ کے بانی حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ
ہیں اور فقہ کے تین حصے ابو حنیفہ کے لئے
مخصوص اور مسلم ہیں اور فقہ کے باقی چوتھے
حصے میں تمام فقہاء عالم شریک ہیں۔

همه شرکت دارند۔
در فقه صاحب خانه اوست
ودیگران همه عیال اویند
باوجود التزام این مذهب
مرا باامام شافعی گویا محبت
ذاتی است وبزرگ
می دانم لهذا در بعضے اعمال
نافله تقلید مذهب او
می نمایم اما چه کنم که دیگر
آنرا باوجود وفور علم و
کمال تقوی در مقابله
امام ابوحنیفه در رنگ
طفلان می نمایند والامر
الی الله سبحانه

فقہ میں ابوحنیفہ ہی صاحب خانہ ہے اور
باقی سب اس کے عیال ہیں (جن کی پرورش
ابوحنیفہ کے گھر میں ہو رہی ہے) باوجود
مذہب حنفی کے التزام اور پابندی کے
مجھے امام شافعی علیہ الرحمۃ سے محبت
ذاتی ہے (جو میرے دل سے کبھی نکل
نہیں سکتی) اور میں ان کو بزرگ جانتا ہوں
اسی واسطے بعض اعمال نافلہ میں اُن کے
مذہب کی تقلید کرتا ہوں لیکن کیا کروں
(دل کا عجیب حال ہے) کہ دوسرے لوگ
باوجود کمال علم اور کمال تقوی کے امام ابوحنیفہ
کے مقابلہ میں بچوں کی طرح نظر آتے ہیں، پوری
حقیقت اللہ تعالی ہی کو معلوم ہے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ جس طرح مجتہد اپنی رائے اور اجتہاد کا
تابع ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اور عارفین۔ معارف اور توحید میں اپنی
فراست اور الہام کے تابع ہوتے ہیں۔

سوال: جب دین۔ کتاب وسنت سے کامل ہوگیا تو پھر کمال کے
بعد الہام کی کیا حاجت ہے اور وہ کونسی کمی ہے جو الہام سے پوری

ہوتی ہے۔

جواب:۔ الہام دین کے پوشیدہ اسرار و معارف کو ظاہر کرنے والا ہے نہ کہ دین میں زیادہ کمالات ثابت کرنے والا جس طرح اجتہاد اور استنباط شریعت کے پوشیدہ احکام کا مظہر ہے اسی طرح الہام ان پوشیدہ اسرار و معارف کا مظہر ہے جو اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔ ربنا آتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا۔

(ماخوذ از مکتوب ۵۵ پنجاہ و پنجم از دفتر دوم ص۱۰۰ ج ۲)

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ وحملۃ شریعتہ وائمۃ ملتہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین آمین یارب العالمین۔

شیخ المحدثین و المفسرین حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کی دیگر تصانیف

اصولِ اسلام اسلام کے بنیادی اصول توحید، رسالت، قیامت کا عقلی اور نقلی دلائل سے اثبات قرآن کے معجز ہونے پر تحقیقی بحث، منکرین اعجاز کے جوابات سحر اور معجزہ میں فرق، نسخ اور حیات بعد الممات اور مسئلہ توحید پر بصیرت افروز بحث۔ فلاسفہ کے قدیم و جدید اشکالات کا رد۔ ایک تحقیقی اور بلند پایہ کتاب۔

قیمت مجلد ۱/۷۵ غیر مجلد ۱/۲۵

عقائد الاسلام اسلامی عقائد پر بہترین اور تحقیقاتی کتاب، توحید، رسالت و نبوت، صحابہ، ملائکہ، اور جنت و جہنم جیسے اہم اور بنیادی مسائل پر فیصلہ کن بحث، خلافتِ راشدہ کی تشکیل اور اس کی شرائط پر قرآن و سنت کی روشنی میں مفصل تبصرہ، کتابت و طباعت معیاری۔ قیمت مجلد دو روپے پچاس پیسے ۲/۵۰

عالمِ برزخ اس عالم سے گزر کر جب انسان قبر میں پہنچتا ہے تو اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ عالمِ برزخ اور عالم دُنیا کی زندگی کا باہمی فرق و توازن۔ کیا قبروں کے مکین بھی ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں، کیا مرنے کے بعد بھی رشتہ داروں سے ملاقات ہوتی ہے؟ بالکل نئی اور تحقیقاتی کتاب۔ قیمت ایک روپیہ ۱/-

حجیت حدیث حجیت حدیث پر بے مثال اور تحقیقاتی کتاب۔ منکرین حدیث کے اعتراضات کے مدلل جوابات۔ متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

اعلیٰ کتابت و طباعت مجلد دو روپے۔ پچاس پیسے۔

علم الکلام

توحید باری، رسالت و نبوت، حشر و نشر، سحر اور معجزہ پر فاضلانہ بحثیں، دہریہ اور مادہ پرستوں کے قدیم و جدید اشکالات اور اعتراضات کے مسکت جوابات، کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ پنجاب یونیورسٹی کے ایم۔اے اسلامیات میں شامل نصاب ہے۔ بہترین کتابت و طباعت سفید کاغذ بڑا سائز۔ مجلد چار روپے۔

مقامات حریری (طبع جدید)

مولانا موصوف کے حاشیہ کی مقاماتِ حریری جس قدر مقبول ہوئی ہے اس کا اندازہ مدارس عربیہ کے اساتذہ اور طلبار کو بخوبی ہے۔ مولانا موصوف کے حاشیہ کو شرح کے طرز پر شائع کیا گیا ہے، اوپر متن ہے۔ متن کی عبارت معرب رکھی گئی ہے۔ نیچے حاشیہ بشکل شرح، اس طرح پڑھنے میں سہولت ہوگئی ہے۔ کاغذ اعلیٰ سفید۔ سائز قدیم بڑا۔ قیمت نو روپے -/۹

اَحسنُ الحدیث فی ابطال التثلیث

مسلمانانِ پاکستان کو جہاں مرزائیت اور انکارِ حدیث سے زبردست خطرہ ہے آج عیسائیت بھی ان کے لئے ایک عظیم فتنہ بن کر منڈلا رہی ہے۔

اس احساس اور ضرورت کے تحت یہ کتاب پیش کی جا رہی ہے، اس میں قرآن کریم کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ باطل ہے۔ بلکہ خود انجیل اور بائبل عیسائیوں کے موجودہ عقائد کی تکذیب کرتی ہیں۔ موجودہ حالات میں یہ کتاب عیسائیت کے فتنہ سے بچنے کے لئے ایک مضبوط چٹان ثابت ہوگی۔

عمدہ کتابت و طباعت۔ قیمت صرف ۷۵ پیسے

غیر اسلامی تمدن اسلام کی نظر میں

مسلمانوں میں غیر اسلامی تمدن اور معاشرہ نے اتنا گہرا اثر پیدا کر لیا ہے کہ مسلمان اپنے مذہبی تمدن اور معاشرہ کو یکسر بھول گئے۔ مولانا نے اس طویل مضمون میں واضح دلائل اور روشن مثالوں سے یہ بتلایا ہے کہ اسلام کی نظر میں غیر اسلامی وضع قطع اور رسوم اپنانے کا کیا حکم ہے؟ مسلمان جب خدا کے دوست ہیں وہ خدا کے دشمنوں کا لباس اور معاشرہ اختیار نہیں کر سکتے، انبیاء کا تمدن اور لباس وحی الٰہی کے تابع ہوتا ہے، وطن، قوم اور ماحول کا تابع نہیں ہوتا۔ یہ تمام مضامین دلائل اور حقائق کی روشنی میں پڑھنے کے لئے اس رسالہ کا مطالعہ کیجئے ——— ! بہترین کتابت و طباعت

قیمت صرف ۲۵ پیسے (چار آنے)

نبوت و رسالت و مقاصد بعثت

انبیاء علیہم السلام دنیا میں کیوں مبعوث ہوئے ہیں؟ بعثت انبیاء کی غرض و غایت، نبوت و رسالت کی تعریف۔ نبی اور رسول کا فرق۔ مولانا کی دو اہم تقریریں جو الگ الگ چھاپی گئی ہیں۔ دونوں کی قیمت صرف ۱۲ پیسے (دو آنے)

شرائط مفسر و مترجم

مولانا کا ایک تحقیقی اور بصیرت افروز مقالہ جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کا حق کن لوگوں کو پہنچتا ہے۔ کیا ہر شخص تفسیر و ترجمہ کا اہل ہے؟

مفسّر اور مترجم ہونے کے لئے کن علوم کا جاننا ضروری ہے؟ اور کن شرائط کی پابندی لازمی ہے؟ عمدہ طباعت وکتابت۔

قیمت صرف ۶ پیسے (ایک آنہ)

افاضات۔ ترجمہ وشرح اُردو۔ مقامات حریری۔

(از مولانا محمد میاں صدیقی)

مقاماتِ حریری عربی ادب کی بلند پایہ اور مشکل ترین کتاب ہے اور تمام عربی مدارس اور پنجاب یونیورسٹی کے فاضل عربی میں داخل نصاب ہے۔ مقامات کی مختلف شرحیں شائع ہوئیں مگر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی نے مقامات کی جو بے نظیر شرح لکھی اس سے علماء اور طلباء سب ہی واقف ہیں۔ طلباء عربی مدارس کی خوش نصیبی ہے کہ مولانائے موصوف کے صاحبزادے جناب محمد میاں صدیقی صاحب نے اس یگانۂ روزگار شرح کو من وعن اُردو میں منتقل کر دیا ہے۔ تمام الفاظ کا بسیط حل، ان کے مادے، مصادر اور جمع و مفرد اور ہر لغت اور باب کے لئے قرآن کریم، احادیث نبوی یا کسی شعر جاہلی سے دلیل اور ساتھ با محاورہ اُردو ترجمہ۔ ترجمہ کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ با محاورہ ہونے کے باوجود اصل عربی لغت سے عدول نہیں اوپر اعراب کے ساتھ متن، اس کے بعد ترجمہ اور نیچے حل لغت۔ قیمت سات روپے۔

مسئلہ تراویح

(مولانا محمد میاں صدیقی)

مسئلہ تراویح پر ایک طویل اور تحقیقی مضمون۔ جس میں واضح اور روشن دلائل کی مدد سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں۔ تراویح کی آٹھ رکعتیں خلفائے راشدین صحابہ اور ائمہ مجتہدین میں کسی نے نہیں پڑھیں اور نہ ہی کوئی اس کا قائل ہوا۔ برائے محصولڈاک سات نئے پیسے کا ٹکٹ بھیجکر مفت طلب کیجئے۔

محبانِ سنت نبویہ و مشتاقانِ سیرت مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بشارت

سیرۃ المصطفیٰ

از

حضرت العلامۃ مولانا الحاج محمد ادریس کاندھلوی دامت برکاتہم۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پہ ہر دَور اور ہر قرن میں ہر زبان و لغت میں علمائے اسلام کتابیں لکھتے رہے۔ اور انشاء اللہ تاقیامت یہ مبارک سلسلہ جاری رہے گا۔ سیرت نبویہ پر بے شمار کتابیں تالیف ہوئیں۔ لیکن یہ بات بلاکسی تردّد کہی جاسکتی ہے کہ سیرت المصطفیٰ دوسری تمام کتب سے ممتاز اور نمایاں ہے۔ حضرت مؤلف دام ظلّہٗ نے نہ صرف یہ کہ سیرت سے متعلق تاریخی وقائع اور امور کو ذکر کردیا ہو بلکہ ہر ہر واقعہ کو کتاب و سنّت کی ٹھوس بنیادوں پر قائم کیا ہے۔ خاتم الانبیاء سیّد المرسلین کے کمالات اور فضائل نبوّت کو ایسے لطیف اور بلند پایہ حقائق کو ساتھ ذکر فرمایا کہ پڑھنے والا اپنے قلب و دماغ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں سے لبریز پاتا ہے۔ حب مصطفیٰ کے جذبات دل میں طوفانی موجوں کی طرح اُمنڈنے لگتے ہیں۔ جگہ جگہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویّہ کی وہ عجیب و غریب تحقیقات جمع کردی گئی ہیں کہ تفسیر و حدیث اور عقائد و کلام کی ضخیم کتابوں کی ورق گردانی سے بھی وہ لطائف و حقائق معلوم کرنا مشکل ہے۔ واقعاتِ سیرت کے اسرار و حکم اور لطائف و معارف

اس تالیف کی ایک بے مثال خوبی اور خصوصیت ہے۔ بالاجمال سیرت المصطفیٰ کی تمامتر خصوصیتوں اور عظمتوں کی رہنمائی کے لئے مؤلف محترم سید المفسرین والمحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا اسم گرامی کافی ہے۔ تاہنوز تین جلدیں طبع ہو چکیں۔ اہل علم حضرات جلد طلب فرمالیں۔ ممکن ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں موجودہ ذخیرہ ختم ہو جائے اور طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے۔

سیرت المصطفیٰ	جلد اوّل	-/۶
"	جلد ثانی	-/۶
"	جلد ثالث	-/۶

ہر جلد کی ضخامت چار سو صفحات سے زائد ہے۔

علمی مرکز ۱۲ لکشمی نرائن اسٹریٹ۔ انارکلی لاہور